فتاوی اشرفیہ حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق ما اہل بہ لغیر اللہ

سوال - اندنون ایک فتوی دیکھنے مین آیا - خلاصہ فتوی کا یہ ہے کہ سانڈہ جو ہنود چھوڑتے ہین اگر مالک اُسکا معلوم ہو اور وہ جانور جو گنگا کو چڑھاتے ہین یا وہ غلہ جو بتون اور قبرون پر چڑھاتے ہین سب حلال اور درست ہین البتہ یہ فعل ناجائز ہے دلیل اُسکی یہ ہے کہ ما اہل بہ لغیر اللہ سے مراد ما ذبح لغیر اللہ ہے جیسا کہ تفسیر جلالین و جمل و بیضاوی و جامع البیان و مدارک و تفسیر کبیر و فتح الرحمن وغیرہا مین مذکور ہے پس جو شے قابل ذبح نہو جیسے شیرینی و غلہ وغیرہ وہ ما اہل بہ لغیر اللہ کے فرد مین داخل نہین اور جو جانور ابتک ذبح نہین کیا گیا اور فقط کسی بُت یا قبر پر چڑھا دیا گیا وہ بھی اُسکے فرد مین نہین ہو سکتا فقط چڑھا دینے سے کسی شی مین ہرگز حرمت نہین پیدا ہو سکتی یہ خلاف نص قرآن ہے خدا تعالی نے سائبہ بحیرہ کے باب مین بار بار ارشاد فرمایا ہے ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون پس سانڈ وغیرہ کو حرام کہنا افترا علی اللہ ہے چونکہ سائبہ کی حلّت نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا سانڈ اور قبرون اور بتون پر چڑھائی شیرینی وغیرہ بلاشبہ حلال و درست ہے انتہی ملخصاً مین امور ذیل کا جواب چاہتا ہون -

(۱) اکثر مفسرین ما اہل کے معنی ما ذبح کے لکھتے ہین حالانکہ لغت اور عرف عرب مین اہلال کے معنی شہرت دینے اور آواز دینے کے ہین - چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی مین اسکو لکھا ہے مفسرین کے کلام کی عمدہ توجیہ کیا ہوگی -

(۲) اگر اہلال کے معنی ما ذبح کے درست ہون تو غلہ اور شیرینی قبرون اور بتون پر چڑھائی

ہوئی کس دلیل سے حرام ہوگی اور اگر اہلال کے معنی محض شہرہ دینا ہو تو غلہ اور شیرینی اور جانور قبل ذبح سب حرام ثابت ہونگے حالانکہ فقہا جانور کو قبل ذبح حرام نہین کہتے بلکہ فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے جانور مین حرمت ساری نہین ہوتی بلکہ بعد ذبح کے اُس نیت کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہے مثلاً شیخ سدو کا بکرا دوسرا شخص ناذر سے خرید کر ذبح کرے تو شرعاً درست ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے جانور مین حرمت سرایت نہین کرتی۔

(۳) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے شیرینی اور جانور مین حرمت سرایت کرجاتی ہے اگر بعد تبدیل نیت کے اُس جانور کو ذبح کرے تو درست ہوجاتا ہے اگر واقعی یہ بات صحیح ہے تو کیا وجہ شیرینی بت اور قبر پر چڑھائی ہوئی تبدیل نیت سے پاک نہین ہوتی۔

(۴) اگر کسی شخص نے قبر یا بت پر شیرینی اور مرغ چڑھا کر مجاور کو ہبہ کردیا اور دوسرے شخص نے مجاور سے اُس شیرینی اور مرغ کو خرید لیا تو مشتری کیلئے درست ہین یا نہین؟

الجواب - جب اہلال کے معنی لغةً رفع صوت کے ہین تو ما اھل بہ لغیر اللہ عام ہوا حیوان مذبوح علی اسم غیر اللہ اور حیوان متقرب بہ لغیر اللہ مذبوح علی اسم اللہ اور غیر حیوان مثل غلہ و شیرینی وغیرہ سب اشیاء کو کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوص مورد کا اور فقہاء کا اس عموم کو معتبر سمجھنا اور خود بعض مفسرین کا اس عموم کیساتھ تصریح کردینا مؤید ہے معنی عموم مذکور کا رہا بعض مفسرین کا ما ذبح علی اسم غیر اللہ کے ساتھ تفسیر کرنا عموم مذکور کو مضر نہین کیونکہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص محض جریاً علی العادۃ ہو اور اہل جاہلیت مین تحقق ما اھل لغیر اللہ کا ضمن مین مذبوح علی اسم غیر اللہ کے ہوا کرتا تھا اس بنا پر بعض مفسرین نے یہ تفسیر کردی تو انکی تفسیر بیان حکم حیوان مذبوح علی اسم اللہ متقرب بہ الی غیر اللہ سے ساکت ہے اور دوسرونکی تصریح عموم کے ساتھ ناطق والناطق مقدم علی الساکت یا مقصود ان مفسرین کا اس تفسیر سے یہ ہو کہ اگر ذبح کے قبل نیت درست کرکے ذبح کرے تو جائز ہے حرام اُس وقت ہے جب ذبح کیوقت تک بھی وہی نیت فاسد ہو پس معنی ذبح علی اسم غیر اللہ کے یہ ہونگے ذبح باقیاً الی وقت الذبح علی اسم غیر اللہ باعتبار النیۃ وان ذبح علی اسم اللہ کذا سمعت بعض الاذکیاء اور چونکہ علت حرمت کی اہلال لغیر اللہ ہے تو جب یہ عارض مرتفع ہو جاویگا حرمت بھی مرتفع ہو جاویگی

اور حیوان مین قبل ذبح اور غیر حیوان مین ابداً اس عارض کا مرتفع ہونا ممکن ہے اور حیوان مین ذبح کے بعد اس عارض کا ارتفاع ممکن نہین لتقررہ وانتہائہ بالذبح اسلئے توبہ کرنے سے غیر حیوان اور اسی طرح حیوان قبل الذبح محتمل حلت کو ہے اور بعد الذبح نہین البتہ غیر حیوان مین بھی اگر وہ عارض متقرر ہوجاوے تو حرمت متقرر ہوجاویگی مثلاً نیت فاسدہ پر اس مین کوئی تصرف کیا گیا جس سے وہ نیت نافذ اور متقرر ہو جیسے کسیکو ہبہ کردیا مگر چونکہ اس تصرف کا فسخ ممکن ہے بعودہ فی الہبۃ مثلاً جب فسخ کردیگا وہ عارض مرتفع ہوجاویگا پھر حلت عود کر آویگی بخلاف ذبح کے کہ اسمین فسخ نہین کما لایخفی اس تقریر مختصر سے سب سوالات کا جواب نکل آیا چنانچہ مختصراً اشارہ کیا جاتا ہے

(١) توجیہ کلام مفسرین کی گذر گئی فی قولہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص الی قولہ بعض الاذکیاء۔

(٢) اہلال کے معنی محض شہرت دینے اور نامزد کرنیکے ہین اور حرمت عام ہے مگر چونکہ حیوان مین قبل ذبح وہ عارض مرتفع ہوسکتا ہے لہذا اسکے ارتفاع سے حرمت مرتفع ہوجائیگی کما مر فی قولہ اور چونکہ علت حرمت کی الی قولہ اور بعد الذبح نہین۔

(٣) چونکہ اس مین تقرر اس علت حرمت کا ہوگیا ہے اسلئے پاک نہین ہوتی کما مر فی قولہ البتہ غیر حیوان مین بھی الی قولہ ہبہ کردیا۔

(۴) درست نہین لتقرر علۃ الحرمۃ کما ذکرت آنفا البتہ اگر یہ چیزین پھر اصل مالک کو واپس کردی جاوینگی اور وہ توبہ کرلے اب حلال ہے کما مر فی قولہ چونکہ اس تصرف کا فسخ الی قولہ کما لایخفی واللہ اعلم۔

ف۔ بعض آیات مین جو تحریم سائبہ پر رد کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تحریم ہے جسکو اہل جاہلیت عبادت سمجھتے تھے یا مراد تحریم سے فعل مایوجب الحرمۃ من اہلالہ لغیر اللہ ہے کما فی قولہ تعالیٰ لم تحرم ما احل اللہ لک فافہم۔

ف۔ ویدل قولہ تعالیٰ وما ذبح علی النصب بعد قولہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ بہ فی سورۃ المائدۃ علی کون محض النیۃ الشرکیۃ موثرۃ فی الحرمۃ وان لم یتحقق الاہلال باللسان کما ہو ظاہر فکیف اذا اجتمعا فتدبر۔ ٢٨ صفر ١٣٢١ھ یوم الاربعاء۔

سوال۔ قرآن مجید مین ضاد پڑھنے پر لوگون نے مختلف ڈھنگ اختیار کئے ہین بہت

تحقیق ضاد و ظاء

لوگ دواد پڑھتے ہین بہت لوگ صاف دال پڑھتے ہین بہت لوگ ظا یا زا پڑھتے ہین
بہت لوگ عجب خلط کرتے ہین کہ کہین تو دواد پڑھتے ہین اور کہین صاف دال پڑھ دیتے ہین
اوران خلط کرنیوالونکی تعداد دنیامین بہت معلوم ہوتی ہے - یہی لوگ ہین جو اپنے پڑھنے کو
حنفیون کے طریقے کے موافق سمجھتے ہین باقی پڑھنے والونکو اپنے زعم مین غیر مقلد جانتے ہین
اس مین شک نہین کہ ضاد کو دواد یا دال یا ظا یا زا یا ذال پڑھنا سب ہی غلط ہین مگر جو شخص
جسطرح پڑھتا ہے اُسی کو موافق قواعد تجوید جانتا ہے اور دوسرے طریقہ سے پڑھنے والون کو غلطی
پر بتاتا ہے اور اُسکی نماز کو فاسد خیال کرتا ہے عوام کی تو کچھ شکایت نہین اُن بیچارونکا تو شین
قاف تک درست نہین ہوتا یہ بلا آج کل کے حفاظ اور حضرات علماء مین دیکھتا ہون - اعراب
کہین معروف پڑھتے ہین کہین مجہول - وقف کرتے ہین اور سانس نہین توڑتے - اظہار و
اخفا بالکل نہین کرتے - ترقیق و تفخیم کے نام سے بھی اچھی طرح واقف نہین - حروف قلقلہ و
استعلاء وغیرہ کسی سے آگاہ نہین اُسپر یہ حال کہ ایک فریق دوسرے فریق کی نماز کو باطل بتارہا
ہے اور سارا جھگڑا ہر پھر کر صرف ضاد ہی پر آرہا ہے - جسطرح ضاد کو ضاد پڑھنا قواعد تجوید
کے موافق ہے اُسی طرح اور باتین بھی ہین مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ اور باتونمین جھگڑا
کیون نہین کیا جاتا بعض حضرات علماء یہ فرما دیتے ہین کہ حرف کو اُسکے مخارج سے اداکرنا
چاہیئے وبس - یہ بات بھی جی کو نہین لگتی کیونکہ جسطرح حروف کو اُنکے مخارج سے اداکرنا مامور بہ ہے
اُسی طرح تجوید کی اور باتین بھی مامور بہ ہین پھر صرف ایک قاعدہ پر عمل کرنے اور باقی کو ترک کرنے
سے نماز کیونکر صحیح یا کامل ہو جاویگی شاید دونون کے مامور بہ ہونے مین کچھ فرق ہو جسکو مین
نہین جانتا بعض حضرات فرماتے ہین کہ ضاد کو دواد پڑھنے پر اجماع منعقد ہو گیا ہے - یہ بات
میرے جی کو تو نہین لگتی کیونکہ بعض ماہرین فن کو سنا ہے وہ تو دواد نہین پڑھتے بعض حضرات
رتل القرآن ترتیلا کی رو سے فن تجوید کو واجب فرماتے ہین اگر یہ بات صحیح ہے تو بڑی مشکل
ہے لاکھون نمازین برباد ہوئین اور ہوتی ہین اور ہونگی کیونکہ یہ فن سخت مشکل ہے حضرات علماء
مین ہزارون مین کہین دو چار مجود نکلینگے مگر جو لوگ واجب فرماتے ہین یہ نہین بتلاتے کہ
کسقدر مقدار واجب ہے بعض زور مین آکے یہ کہدیتے ہین کہ حروف کے مخارج کا اداکرنا

اتنی مقدار واجب ہے۔ لیکن ان سے اس بات پر اگر کوئی دلیل نقلی طلب کرے تو فضول باتین بنانے لگتے ہین اپنی ذاتی رائے کے سوا کچھ جواب نہین بن آتا امید کرتا ہون کہ ضاد کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے غور سے ملاحظہ فرماکر کافی وشافی جواب مرحمت ہو تاکہ قلب کو تسکین ہو اور اُسکے مطابق اعتقاد وعمل رکھا جاوے۔

الجواب - فی فتاوی قاضی خان وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرء الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوته عند الکل وان کان قد یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرھم لا تفسد صلوته اھ۔ وفیہا ولکن الوقرء غیر المغضوب علیھم بالظاء اوبالذال تفسد صلوته ولو قرء الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوته ولو قرء الدالین تفسد صلوته اھ ولو قرء ونخل طلعہا ھضیم قرء بالظاء او بالدال تفسد صلوته اھ۔ وفیہا ایضاً ولسوف یعطیک ربک فترضی قرء فترظی بالظاء تفسد صلوته اھ۔ وفیہا کیدھم فی تضلیل قرء بالظاء قال بعضھم لا تصح اھ وفیہا ومن یضلل الله قرء بالظاء لا تفسد صلوته اھ۔ وفیہا الذی فرض علیک القرآن قرء بالظاء تفسد صلوته اھ۔ وفیہا ائذا ضللنا قرء بالظاء ظللنا لا تفسد صلوته وھو قراءة فمن فرض فیھن الحج قرء بالظاء فرظ او بالذال تفسد صلوته اھ ان روایات مین تدبر کرنے سے چند امور معلوم ہوتے ہین ایک یہ کہ فساد صلوٰۃ اُس وقت ہے جب بلا مشقت دو حرفون مین تمیز کرسکے اور ضالین کو دال سے پڑھنا مفسد صلوۃ اسی بنا پر ہے اور ظاہر ہے کہ جسطرح سے ضالین کو اکثر لوگ پڑھتے ہین وہ دال نہین ہے جس سے بلا مشقت امتیاز ممکن ہو البتہ اگر کوئی شخص خالص دال پڑھیگا تو اُسکی نماز کو فاسد کہا جاویگا اور جسطرح سے اکثر پڑھنا اسکا متعارف ہے گو بوجہ مشق نہ کرنیکے وہ صحیح نہین ہے مگر صحیح حرف کو سننے والا اس امر کو پہچان سکتا ہے کہ یہ طریق متعارف اُسکے مشابہ ہے اس طرح کہ تمیز دونون مین شاق ہے حتی کہ جس شخص کو ضاد کے مخرج صحیح سے مشق کرائی جاتی ہے اور اُسکو پڑھکر سنایا جاتا ہے وہ ادا کرنیکے وقت کبھی کبھی اس متعارف طریق کو ادا کر بیٹھتا ہے اور دونو

مین اسکو تمیز دشوار ہوتی ہے اسلیئے اس طریق متعارف کو داخل ڈال کر کے مفسد صلوٰۃ کہنا
بعید ہے - دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ضاد کی جگہہ ظاء پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ عند الاکثر نہ کہنا
علی الاطلاق نہین ہے بلکہ اُسوقت ہے جبکہ بلا عمد ہو ورنہ وہ بھی مفسد صلوٰۃ ہے ورنہ
والعادیات ضبحا اور مغضوب علیہم اور ہضیما اور رفتر ضے اور حرض مین ظاء پڑھنے
کو مفسد صلوٰۃ نہ کہا جاتا چنانچہ مدار عدم فساد کا عدم امکان الفصل الا بمشقۃ کو ٹھیرانا اسکی
دلیل ہے کیونکہ عمداً وہی پڑھیگا جو فصل بلا مشقت کر سکتا تھا پس حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس شخص
سے بلا مشقت فصل ممکن نہ ہو اور وہ ضاد پڑھنے کا قصد کرتا ہے مگر ظاء نکل گیا اُسکی نماز
صحیح ہوجاویگی اور اسکے تعمد کی اجازت کو جزئیات مذکورہ فساد صلوٰۃ کی رد کرتی ہین فافہم -
تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ولا الضالین مین ظا کا پڑھنا جو مفسد نہین ہے اُسکی بناء یہ نہین ہے
کہ ضاد کی جگہ عمداً ظا کا پڑھنا جائز ہے ورنہ مغضوب علیہم اور ضالین مین کیا فرق تھا کہ مغضوب
علیہم مین تو ظاء کو مُفسد بتا رہے ہین اور ضالین مین غیر مُفسد بلکہ مبنیٰ اُسکا یہ ہے کہ ضالین
مین فساد معنی نہین ہوتا جیسا قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظل بالظاء کے معنی لیل اور جنح اللیل
اور سواد السحاب کے بھی ہین پس ظالین کے معنی مثلاً داخل فی الظلمات ہونگے جو حاصل ہے
ضلال بالضاد کا یا یہ افعال ناقصہ ظل یظل سے ہوگا بمعنی الکائنین اور خبر مقدر ہوگی فی ضلال یا
فی غضب بقرینہ مغضوب علیہم کے جیسا ائذا ظللنا بالظاء کی قراءت مین بھی یہ توجیہ ہوگی جیسا
آگے مذکور ہے - یہی وجہ ہے کہ قاضیخان نے والعادیات ضبحاً وغیرہ مین تو ظاء کو مُفسد
کہا اور جہان جہان مادہ ضلال کا آیا ہے جیسے ومن یضلل اللہ اور ائذا ضللنا اسمین غیر
مفسد کہا ورنہ اسکی کوئی وجہ نہین ہے کہ ہر جگہ عدم فساد اسی مادہ کے ساتھ خاص کیا گیا
چنانچہ ائذا ضللنا مین خود ظللنا بالظاء کا ایک قراءۃ ہونا بھی نقل کیا ہے اس سے صاف
معلوم ہوا کہ اس قراءۃ کی رعایت سے ہر جگہ اس مادہ مین تاویل صحت معنی کیگئی ہے اس وجہ
سے مُفسد نہین کہا اور ہرچند کہ تعلیل مین جو اسی مادہ سے ہے بعض کا قول لاتفسد نقل کیا
ہے مگر اس قول کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا بعض مجہول کیطرف نسبت کرنا خود قرینہ ہے کہ یہ انکا مختار
نہین ہے پس بناء مذکور پر راجح یہان بھی عدم فساد ہوگا فتدبر وتشکر اور تجوید کی مقدار واجب

صرف تصحیح حروف اور رعایت وقوف ہے اسطرح کہ تغیر مراد نہو جاوے باقی مستحسن فی فتاوے قاضیخان وان تغیر المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرء لا الہ ویقف ثم یبتدء بقولہ الا هو الی قولہ قال عامۃ العلماء لا تفسد صلوتہ لما قلنا وقال بعضهم تفسد صلوتہ قلت الاختلاف فی الفساد یوجب الوجوب اس بنا پر اکثر لوگون نے اس واجب کو حاصل کر رکھا ہے اور بہت سے تارک بھی ہین مگر نماز انکی بھی اکثر علماء کے قول پر ہو جاتی ہے البتہ ایسون کو امامت سے احتراز واجب ہے فی فتاوے قاضیخان فان کان لا ینطق لسانہ فی بعض الحروف الی قولہ لا یؤم غیرہ لکن الرجل اذا کان لا یقف فی مواضع الوقف اھ واللہ اعلم۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

(ایک مہتمم مدرسہ نے جلسۂ انعام طلبہ مین شرکت کی درخواست کی تھی اسپر یہ تحریر فرمایا۔)

مخدومی مکرمی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسکے قبل کے عریضہ مین حاضری جلسہ سے جو مانع طبعی تھا اسکی اطلاع کی تھی جسکا مشاہدہ مکرمی مولویصاحب نے بچشم خود فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ وقت جلسہ تک یہ مانع مرتفع ہو جاوے اب بعض موانع شرعیہ کو محض استشارۃً پیش کرنا چاہتا ہون ہرچند کہ علماء کی خدمت مین ایسی جرءت کرنا خالی از سوء ادب نہین مگر ایکطرف خیرخواہی کا جزو دین و مامور بہ ہونا پیش نظر دوسریطرف آپ کی عنایات والطاف پر اعتماد پھر اسکے ساتھ ہی اپنی رائے کی غلطی کے نکل جانیکی اُمید ان سب اُمور نے اجازت دی کہ بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کردون اگر واقعی میری رائے غلط ہے تو مین دل سے خواہان ہون اسکی اصلاح فرما دیجاوے۔ حاصل اُن موانع شرعیہ کا یہ ہے کہ جہانتک غور کرکے اور تجربہ کی شہادت سے دیکھا جاتا ہے بڑی غرض ان جلسون کے انعقاد کی دوام معلوم ہوتے ہین۔ فراہمی چندہ۔ اور اپنی کارگذاری کی شہرت یا یون کہیئے کہ مدرسہ کی وقعت و رفعت جسکا حاصل حبِ مال اور حبِ جاہ نکلتا ہے جس سے نصوص کثیرہ مین نہی فرمائی گئی ہے ہرچند کہ مال وجاہ اگر دین کیلیئے مقصود ہون تو مذموم نہین مگر کلام اسی مین ہے کہ ایسے مواقع پر یہ اُمور دین کے لیئے مقصود ہین یا دُنیا کے لیئے سو گو نفس تاویل کرکے دین ہی کے لیئے بتلاتا ہے مگر اللہ تعالی نے ہر قصد کیلیئے

ایک خاص معیار بنایا ہے جس سے صحت یا فساد قصد معلوم ہوجاتا ہے سوان مواقع مین جہانتک غور کیا جاتا ہے علامات طلب دُنیا کی غالب معلوم ہوتی ہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اُسکے اسباب وطرق مین کبھی کوئی امر خلاف رضاء حق تعالی اختیار نہ کیا جاتا اور جب ایسے امور اختیار کیئے جاتے ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا مقصود ہے اور ان اُمور سے بعضے بطور انموذج یہ ہین۔

(۱) چندہ کے حاصل کرنمین قواعد شرعیہ کی رعایت نہین کیجاتی کیونکہ حکم شرعی ہے لایحل مال امرئ الا بطیب نفسہ چندہ مین سوچ سوچ کردہ طریق اختیار کئے جاتے ہین جس سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے گو وہ اثر دباؤ یا شرم و لحاظ کیون نہو ایسے لوگون کو واسطہ بنایا جاتا ہے مجمع مین اُنکے روبرو فہرست بھی پیش کی جاتی ہے شرکت جلسہ مین اصرار کیا جاتا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیون کو خالی ہاتھ آنے مین سُبکی وکم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے بقایا کو مشتہر کرتے ہین جس سے اُنکو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے۔

(۲) حکم شرعی ہے کہ ریا حرام ہے اور اکثر ایسے مواقع پر دینے والون کے دل مین ریا ہوتی ہے اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے۔

(۳) اکثر اوقات علماء کا امراء کے دروازون پر جانا اور اُنسے تملق کی باتین کرنا۔

(۴) جن اموال کو حلال نہین کہتے اگروہ بھی حاصل ہون ہرگز انکار نہین کیاجاتا کیا ممکن ہے یا واقعہ ہے کہ کسی غالب سود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اُسکو خلوتمین یا جلوتمین واپس کردیا گیا ہو

(۵) اپنے مدرسہ کی اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے تصریحاً یا ایہاماً جسکا حاصل کذب وخداع ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو ہرگز اُسکو قبول نہین کیاجاتا اُسکے درپے ہوکر رد کرنیکی کوشش ہوتی ہے گو دلمین اُسکو حق سمجھتے ہین جسکا حاصل بطر حق ہے۔

(۷) اگر اور کوئی مدرسہ مقابلہ مین ہوجاوے اور گو اُسکی حالت واقع مین اچھی ہو مگر ہمیشہ وہ مثل خار نظر آتا ہے اور دل سے اُسکے انہدام وانعدام کے متمنی رہتے ہین ورنہ خوش ہونیکی بات تھی کہ دین کا کام کئی جگہ ہو رہا ہے لیکن محض اسوجہ سے کہ اُسکی شہرت نہو جاوے

اُسمین چندہ کی بیشی اور اسمین کمی نہ ہو جاوے ناگواری ہوتی ہے۔

(۸) کارروائی مین اپنی کارگذاری کا اظہار اپنی مدح اپنے مدرسہ کی ترجیح اپنے کام کی خوبی و کثرت دکھلانا اور اسکی وجہ سے تعلیم کی کمیت کا کیفیت سے زیادہ اہتمام کرنا اور کتابین علاً اتعلُ گھسیٹنا کہ کارروائی دکھلا سکین خواہ طالب علمون کو آوے یا نہ آوے۔ اِن علامات مین سے اوّل کی چار حبِّ مال لغیر الدین کی علامتین ہین اور مؤخر چار حبِّ جاہ لغیر الدین کے علامات ہین اور فساد منشا، کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مُرتّب ہوتے ہین۔

(۹) اکثر ایسے جلسون مین اسراف ہوتا ہے جن لوگون کے بُلانیکی کوئی ضرورت نہین اُنکے اور اُنکے رفقاء خدام کے کرایہ مین بہت سے روپیہ جاتے ہین۔ بعض اوقات طعام غیر کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے جسمین تکلف ہوتے ہین اور ساتھ مین غیر اضیاف بھی کھاتے ہین اور غالباً بلکہ یقیناً روپیہ والون سے اذن نہین لیا جاتا اور دلالتِ اذن کا بھی دعوٰی مشکل ہے کیونکہ اہل عطا خود ایسے مصارف کی مذمت کیا کرتے ہین۔

(۱۰) بعض جگہ مسجد مین ایسے جلسے ہوتے ہین اور مسجد کیساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے شور و شغب دنیا کی باتین اشعار مذمومہ اور بہت سے منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہین جب مسجد مین وہ اُمور مباحہ بھی ناجائز ہین جنکے لئے مسجد موضوع نہین تا بہ منکرات چہ رسد

(۱۱) ایسی کارروائیون سے بجائے وقعت و عزّت مقصودہ کے اہل علم کی ذلت و حقارۃ اہل دنیا کی نظر مین ہوتی ہے کیونکہ اصل عزت استغنا ہے اور اس تحقیر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لئے علم دین کو پسند نہین کرتے کہ یہی انجام انکا ہوگا گویا یہ حالت مناعٌ للخیر کا ایک شعبہ ہے۔

(۱۲) تکثیر سواد طلبہ و مخلصین کے دکھلانیکو نااہلونکو اہل دکھلایا جاتا ہے وقس علی ھذا اگر یہ خیالات قابل اصلاح ہون تو اصلاح فرما دیجئے ورنہ مین عمل اور قبول کرنے پر جبر نہین کرتا مگر اقل درجہ میری غیر حاضری کیلئے انکو وجہ وجیہ قرار دیا جاوے اور معاف فرمایا جاوے۔ فقط والسلام

جواب۔ از مہتمم صاحب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت اقدس کا والا نامہ پہونچا مضمون سے آگاہی ہو کر بہت بڑا اطمینان اور خوشی ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ ہذا کی بنیاد

ابتدا سے کچھ ایسی پڑی ہے کہ جو امور آپ تحریر فرماتے ہین اُن سے نفرت ہے بناوٹ کو یہان کوئی
پسند نہین کرتا محض توکل کے اوپر بنیاد ہے چندہ والونکی خدمت مین زیادہ اصرار کر کے جبر نہین
کیا جاتا جسکی طبیعت چاہے شریک ہو جسکا جی چاہے نہ شریک ہو جو کام خدا کیواسطے مدنظر ہو اُس مین
اِن اُمور کا خیال ہرگز نہین ہوتا خداوند کریم کے اختیار ہے جو چاہے سو کرے اہلِ دنیا کی خوشامد
کرنی فضول ہے یہی وجہ ہے کہ مدرسہ ہذا مین وہ ہی لوگ شہر کا چندہ ہین جو اخلاص سے دیتے
ہین اور بار بار اُنسے تقاضا کی نوبت نہین آتی نہ بندہ کی اس قسم کی عادت ہی یہ فعل میرے نزدیک
معیوب ہے مدرسہ مین جلسہ کرنے سے صرف غرض میری اتنی ہی ہوتی ہے کہ جو لوگ شریک
چندہ ہین اُنکو واقعی کیفیت بلا زیادتی اور کمی کے سُنائی جاوے اور انعام تقسیم کر کے جو طلبہ قابل
ہین اُن کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ اُنکی دل شکنی نہ ہو اور نیز چند علما رجمع ہو کر وعظ و نصیحت
کرین تاکہ لوگون کو ہدایت ہو اور مخلوق کو فائدہ پہونچے خاص جلسہ کیواسطے اور علما کی آمد و رفت
کے کرایہ مین صرف کرنیکے واسطے اور جو لوگ شریک جلسہ ہین جنکو مدرسہ کیطرفسے دعوت ہوتی
ہے اِس ہی غرض سے اور اسی نام سے اجازت لیکر آجتک کارروائی ہو رہی ہے۔ مدرسہ کے چندہ
مین اور اِس چندہ مین کوئی تعلق نہین یہ بات خداوند کریم نے میرے قلب مین اول ہی پیدا کر دی
تھی۔ جلسہ مین شریک ہونیکے واسطے کسی کی خوشامد کو رئیس کے پاس ہرگز کوئی نہین جاتا بلکہ جنکو
مدرسہ سے غرض ہے اُنکو تاکید کر کے جلسہ مین بُلایا جاتا ہے ورنہ خاص طور پر غُربا کی طرف زیادہ
توجہ کیجاتی ہے چونکہ یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے کہ امرا لوگ جلسہ مین شریک شرم کیوجہ سے
نہین ہوتے اسواسطے اُنکو بلایا بھی نہین جاتا اور نہ سعی کیجاتی ہے خود دعوت دیتے ہوئے
نفرت معلوم ہوتی ہے اگر کوئی مدرسہ مقابلہ مین ہو جاوے تو اُسکی تخریب کے درپے ہونا محض
نادانی اور بیوقوفی ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہان کسی مدرسہ مین تقابل نہین کسیکی مخالفت سے
غرض نہین بلکہ اور مدارس جو ہین اُن کی ترقی کے خواہان ہین اسکے خلاف کرنا خدا و رسول کا
چور ہونا ہے اور دین کا بدخواہ چونکہ دستار بندی ایک شیوہ اور فخر ہو گیا ہے اور اسکو اچھا
سمجھکر اختیار مدارس نے کیا ہے اسوجہ سے اس امر کو بندہ نے اچھا نہین سمجھا اور مدرسہ ہذا
مین اسکا سلسلہ موقوف رکھا اس مختصر عرضداشت سے جناب والا معلوم کر سکتے ہین کہ

میری غرض مدرسہ کرنیسے کیا ہے آیا جبّ دنیا یا اور کوئی علاوہ اسکے اور جو کوئی امر خلاف مرضی اللہ اور شرع ہو بلا تامل نصیحت فرماوین بخدا مین اس مین آپکا نہایت شکر گذار ہون گا اور آپکو محسن تصور کرونگا چونکہ مدرسہ ہذا مین جلسہ کیواسطے اور کوئی جگہ نہین ہے اسواسطے صحنِ مسجد اختیار کیا ہے مگر حتی الامکان امور منہیہ کی رعایت اپنی طرفسے کیجاتی ہے اور لوگونکو تاکید بہت کیجاتی ہے یہ بات صرف مجبوری کیوجہ سے ہے جلسہ کرنیسے میری یہ غرض ہرگز نہین ہے کہ چندہ جمع ہو اور رفعت منظور ہو رہا امر خواندگی سو خدا کے فضل سے یہ بات نہین بلکہ مدرسون کو حتی الوسع تاکید ہے کہ طالبعلمونکو خوب اطمینان سے پڑہاوین اگرچہ کتابین سال مین کم ہون اور نیز طلبہ کی کیفیت جسقدر ہوتی ہے اُسیقدر ظاہر کیجاتی ہے - اُمید کہ جواب باصواب سے مطلع فرماکر ممنون فرماوین

(جواب الجواب - ازحضرت مولانا مدظلہم العالی)

مخدومی دامت فیوضہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - الطاف نامہ نے مسرور فرمایا اللہ تعالیٰ آپکے مقاصد حسنہ اور اخلاص نیت مین زیادہ برکت فرماوین اور آپکے مدرسہ کو اور اسیطرح جمیع مدارس اسلامیہ دینیہ کے فیوض و برکات سے ہم محتاجون کو مستفید فرماوین آپکی تحریر سے اطمینان ہوگیا کہ ماشاء اللہ آپکو ایسے اُمور پر نظر اور اُسکا اہتمام ہے مگر سبکا حاصل صرف اسقدر ہے کہ جلسہ مین کوئی امر قبیح بالذات نہین ہوتا ہے لیکن یہ خلجان ابتک باقی ہے اور باقی رہنے والا معلوم ہوتا ہے کہ وجوب ترک کے لئے صرف قبیح بالذات شرط نہین بلکہ قبح بالغیر کافی ہے سو یہ امر تو مسلّم ہو چکا ہے کہ بہت سے بلکہ کُل جلسے مفاسد معروضہ سابقہ سے خالی نہین ہوتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُسکا انسداد حتی الامکان ضروری ہے اور اُنکی ترویج مباشرۃً یا تسبباً منہی عنہ ایسی حالت مین اگر کوئی مہتمم مدرسہ نہایت احتیاط کے ساتھ جلسہ کرے تو مباشر مفاسد تو نہ ہوگا مگر اسمین کوئی شُبہہ نہین کہ دوسرے غیر احتیاطی جلسون کی ترویج کا سبب تو بنے گا فُقہا نے بہت مواقع مین بعض مباحات کو محض سدّاً للذرائع وحسماً لمادۃ الفساد تاکید سے روکا ہے چنانچہ علما محققین اس زمانہ مین رسوم مُروجہ مولد و فاتحہ و اعراس کو گو بانی اعتقاداً و عملاً محتاط ہی کیون نہ ہو اسی بناء پر روکتے ہین کہ دوسرے بے احتیاطون کیلئے سبب ترویج کا ہوگا اس حکم مین مجالس

بدعیہ و مجالس مدرسیہ متماثل و متساوی ہیں چنانچہ مشاہدہ کے بعد تامل کرنا کافی ہے اور جو مصلحتین اِن جلسون مین ارشاد ہوئی ہین اُنکے مصلحت ہونمین کلام نہین مگر مصالح اور مفاسد مین جب تعارض ہوتا ہے تو مفاسد کے اثر کو ترجیح ہوتی ہے جبکہ مصالح حد ضرورت شرعی تک نہ پہونچے ہون اور مانحن فیہ مین ظاہر ہے کہ ضرورت شرعی نہین ہے بلکہ مصلحت بھی اسی صورت مین منحصر نہین ہے معینین کو بذریعۂ رودادِ تحریری حالت مدرسہ کی معلوم ہو سکتی ہے اور طلبہ کا ویسے بھی انعام پاکر دل خوش ہو سکتا ہے اور وعظ و ہدایت اوّل تو ایسے مواقع پر شرکاءِ جلسہ کو صاف صاف کرنا مشکل ہے اُنکے تکدر کا خیال ہوتا ہے پھر اس مقصود کا اہتمام مستقل طور پر بھی ہو سکتا ہے اسلئے ابتک بھی حاضری سے معافی کا خواستگار رہون - والسلام

جواز و عدم جواز منی آرڈر

سوال - زید اور عمرو مین منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین گفتگو ہے - زید کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز مین اصل اباحت ہے - عمرو کہتا ہے کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت مین داخل نہین اسلئے ناجائز ہے - زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت مین داخل ہے اور داخل ہونیکو اسطرح بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی کسی حمّال سے کام لے اور اُجرت پیشگی دیدے تو جائز ہے عمرو کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین اور حمّال سے کام لینے مین اور پیشگی اُجرت دینے مین فرق ہے پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہین کیونکہ منی آرڈر مین تو شرط ہے کہ روپیہ پہونچانیکی اُجرت پیشگی لے لیجاوے اور حمّال کو پیشگی اُجرت دینا شرط نہین بلکہ دینے والے کا احسان ہے اگر پیشگی اُجرت ندے تو حمّال شرعاً یا عرفاً تقاضا نہین کر سکتا اور منی آرڈر تو اُس وقت تک روانہ ہی نہین ہو سکتا جبتک پیشگی اُجرت ندے اسکے علاوہ ناجائز ہونیکی وجہ عمرو ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمّال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمّال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اس کا امین ہے اگر حمّال سے وہ بوجھ کھو جاوے تو تاوان نہ لیا جاویگا - جیسا امین سے نہین لیا جاتا اور منی آرڈر کا روپیہ اگر ڈاکخانہ والون کے پاس سے کھو جاوے تو اُسکا تاوان لیا جاتا ہے اور ڈاکخانہ سے گویا شرط ہے کہ اگر روپیہ کھو جاوے تو وہ تاوان دیگا اسکے علاوہ ناجائز ہونیکی وجہ ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمّال پر قیاس کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمّال

کے پاس جب تک وہ بوجہ ہے وہ اُسکا امین ہے اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت مین دیجاوے
بعینہ وہی واپس کرے اور منی آرڈر مین سب جانتے ہین کہ وہی روپیہ بعینہ نہین ملتا بلکہ اُس
کے مثل دوسرا روپیہ ملتا ہے ۔ زید کہتا ہے کہ عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء کی
وجہ سے بعض ناجائز چیزین بھی جائز ہوجاتی ہین اور یہ تو مباح الاصل ہے یہ کیونکر نہ جائز ہوگا ۔ مثلاً
غلہ کی بالیون کو بیلون سے پامال کراتے ہین اور بیل اُسمین بول و براز کرتے ہین اس کو سب جانتے
ہین پھر عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء یا تعامل خلائق کیوجہ سے اسکو سب حلال جانتے
ہین اور اس غلہ کا سب استعمال کرتے ہین اسی طرح اگر منی آرڈر بھی بالفرض ناجائز ہو تو جائز ہوجائیگا
اب از روئے شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمایئے اور قول فیصل ارشاد فرمایئے تاکہ قلب کو تسکین ہو

الجواب ۔ قاعدہ کلیہ ہے الاقراض تقضی بامثالہا ۔ اور منصوص ہے کہ قرض مین کمی
بیشی کی شرط ربوٰ ہے ۔ اب سمجھنا چاہیے کہ منی آرڈر کا روپیہ جو ڈاکخانہ مین داخل کیا جاتا ہے آیا
وہ امانت ہے اور اہل ڈاک اجیر ہین یا قرض ہے اور اہل ڈاک مستقرض ہین سو چونکہ یقینا
معلوم ہے کہ وہ روپیہ بعینہ نہین بھیجا جاتا اور نیز قانون ہے کہ اگر ڈاکخانہ سے اتفاقاً وہ روپیہ
ضائع ہوجاوے تو اہل ڈاک اُس کا ضمان دیتے ہین ان دونون امرون سے معلوم ہوا کہ وہ
امانت نہین بلکہ قرض ہے جو دوسری جگہ ادا کیا جاتا ہے پس فیس بھی جزو قرض ہوا اور مقام وصول
پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے اسلیئے قرض مین کمی بیشی لازم آئی یہ وجہ اُسکے ممنوع ہونیکی ہے
بلکہ اگر یہ فیس بھی نہ ہو تب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل قرض جر نفعا فہو ربوا بوجہ منفعت سقوط خطر
طریق کے داخل سفتجہ ہو کر مکروہ ہے فی الدر المختار کتاب الحوالہ وکرہت السفتجہ ۔ اور چونکہ یہ عقد
اجارہ نہین جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا اس احتمال سے اُس کو کوئی مس نہین کما ھو ظاھر اور عموم بلوی
طہارات و نجاسات مین مؤثر ہے نہ حلت اور حرمت مین اور تعامل اس کو نہین کہتے بلکہ وہ ایک
قسم ہے اجماع کی اور اُس مین شرائط اجماع کا پایا جانا ضروری ہے منجملہ اُسکے یہ بھی کہ علماء عصر واحد
بلانکیر اُسکو قبول کرین متنازع فیہ مین یہ امر مفقود ہے اس لیئے یہ تعامل نہین ہے ایک رواج
عامیانہ ہے جو شرعاً حجۃ نہین ۔ اس سے سب نظائر مذکورہ زید کا جواب نکل آیا واللہ اعلم البتہ
بہت عرق ریزی سے اس قدر تاویل کی گنجایش ہوسکتی ہے کہ فیس کو اجرت کتابت ورداگی

فارم کی کہا جاوے اس سے حرمت تفاضل تو دفع ہوجاویگی مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہیگی۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ زید اور عمر دین ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنیکی نسبت گفتگو ہے زید کہتا ہے کہ محض بغرض حفاظت ڈاکخانہ مین جمع کردینا جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے یہ روپیہ سودی تجارتون مین لگایا جاتا ہے اور اس جمع کرنے مین سودی تجارتکی اعانت ہے لہذا ناجائز ہے زید کہتا ہے کہ سبکا روپیہ تجارت مین نہین لگایا جاتا کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی شخص اپنا روپیہ برآمد کرانا چاہے تو روپیہ برآمد ہوجائیگا البتہ بعض کا روپیہ تجارت مین لگایا جاتا ہوگا یا تھوڑا تھوڑا سب کا لگایا جاتا ہو بہر حال یہ معلوم ہونا مشکل ہے بلکہ عادتاً ناممکن ہے کہ کسکا روپیہ تجارت مین لگایا گیا اور کسکا نہین لگایا گیا یا کس نسبت سے روپیہ لگایا گیا کیونکہ سبکا روپیہ ملا کر رکھا جاتا ہے اور بالفرض اگر سب روپیہ تجارت مین لگایا جاتا ہے جب بھی اعانت علی المعصیۃ کا الزام نہین کیونکہ اس قسم کی اعانت علی المعصیۃ کو اعانت علی المعصیت ہی نہین خیال کیا گیا مثلاً ولایت کی ہزارون چیزین کپڑے برتن گھڑیان دیاسلائی وغیرہ ہندوستان مین فروخت ہوتی ہین اور ہمکو یقیناً معلوم ہے کہ انکے بنانیوالے انگریز ہین جو سودی لین دین اور سودی تجارت کے عادی ہین اور بمبئی کلکتہ وغیرہ مین جو مال لیا گیا ہے وہ بھی ناجائز طریقہ تجارت سے لیا گیا ہے پھر ہم تمام مسلمان کیا عوام کیا علماء و صلحا سب ہی ان چیزون کو خریدتے ہین اور کام مین لاتے ہین مسلمانون کا خرید کرنا سودی تجارت کو ترویج دینا ہے یا نہین اگر پوری ترویج نہین تو مسلمان تھوڑی ترویج تو ضرور ہی دیتے ہین مگر سودی تجارت کی تھوڑی ترویج بھی تو آخر حرام ہی ہوگی اور اعانت علی المعصیت کے تحت مین داخل ہوگی جسطرح ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنیسے اعانت علے المعصیت ہے اسیطرح بلکہ غور سے دیکھو تو اس سے کہین زائد ولایتی چیزون کے خرید کرنے مین اعانت علی المعصیت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمر اسکو جائز کہے اور اسکو ناجائز اسکے علاوہ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر چادر کا ایک کونا ناپاک ہوگیا ہو اور یاد نہ آتا ہو کہ کونسا کونا ناپاک ہوگیا تھا تو جس کونہ کو دھو ڈالیگا چادر پاک ہوجاویگی اس جزئی کو یاد رکھو اور دیکھو کہ چادر کیون پاک ہوجائیگی بظاہر چادر کو پاک نہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے اسنے وہ کونا دھویا ہو جو ناپاک تھا بلکہ وہ کونا دھویا ہو جو پہلے سے پاک تھا مگر پھر بھی شریعت نے چادر کو پاک کہا اسلئے

ہانے کی دو وجہ ہو سکتی ہین ایک تو دفع حرج دوسرے یہ کہ جب شبہہ ہوگیا کہ معلوم نہین وہ کونہ ناپاک ہے یا یہ کونہ ناپاک ہے تو صرف شبہہ سے ہر کونے کو ناپاک نہین کہتے اسکی نظیر کتب فقہ مین اور بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ جب غلہ کی بالیون کو بیلون سے پامال کراتے ہین تو بیل انپر بول وبراز کرتے ہین اس غلہ کے پاک ہونیکو فقہاء نے لکھا ہے کہ کچھ غلہ محتاجون کو دیدیا جاوے یا حصہ دارون مین تقسیم کردیا جاوے تو کل غلہ پاک ہوجائیگا - اور وجہ یہ لکھتے ہین کہ شبہہ ہوگیا کہ شاید ناپاک غلہ دوسرے کے حصہ مین چلا گیا ہو ہمارے حصہ مین نہ رہا ہو اسمین شک نہین کہ یہ وجہ یا اسکے مثل جو اور وجوہات ہون سب کمزور ہین اور سب کا حاصل یہ ہے کہ عموم بلوی دفع حرج تعامل علماء صلحاء یا تعامل خلایق کی وجہ سے یہ چیزین حلال اور پاک اور جایز ہین انھین دونون صورتون پر ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنیکو خیال کرو جسطرح کہ شبہون سے وہان ناپاک چادر اور ناپاک غلہ پاک اور حلال ہوجاتا ہے اسی طرح کے شبہون سے یہان ڈاکخانہ کا حرام اور ناپاک روپیہ بھی حلال اور پاک ہوجاویگا (حرام اور ناپاک علی سبیل الفرض کہا گیا ورنہ وہ ایسا نہین ہے) اور اگر اس قسم کے شبہون سے قطع نظر کرکے وہان عموم بلوی دفع حرج تعامل علماء وصلحاء سے حرام وناپاک کو حلال وپاکیزہ بنایا جاتا ہے تو یہان بھی ایسا ہی ہونا چاہیے دونون مین فرق کرنیکی کوئی وجہ نہین اگر یہ کہا جائے کہ جب ڈاکخانے نہ تھے تو صرف حفاظت کی غرض سے لوگ روپیہ کہان رکھتے تھے جہان پہلے رکھتے ہون وہین اب بھی رکھا کرین تو کہا جائیگا کہ جب ڈاکخانے نہ تھے اور منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ نہین بھیجا جاتا تھا تو لوگ کس طرح روپیہ بھیجتے تھے جسطرح پہلے بھیجتے تھے اسیطرح اب بھی بھیجین اگر وہ جائز تو یہ کیون ناجائز دونومین کیا فرق ہے اگر وہان کوئی وجہ جواز کی ہے تو یہان بھی کوئی وجہ جواز کی ہے -

الجواب - قاعدہ کلیہ ہے کہ امانت اگر مالک کی اجازت سے دوسرے اموال مین مخلوط کردیجائے تو مجموعہ مشترک ہوجاتا ہے فی الدر المختار کتاب الایداع وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی - پس جب حسب بیان سائل وہ روپیہ ملا کر رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلط بالاذن ہے تو جسقدر روپیہ تجارت جائز مین لگیگا اسمین سب کا تھوڑا تھوڑا روپیہ ضرور ہوگا پس ہر شخص بقدر اسی حصہ مشترک

کے مُعین اُس تجارت کا ہوگا اور معصیت کی اعانت ضرور معصیت ہی اور خرید اشیاء کو سودی تجارت کی اعانت نہین کہہ سکتے کیونکہ ہم نے جب کوئی شے خرید کر اُسکی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت اُس تاجر کی ملک ہوگئی ہمارا روپیہ معصیت مین صرف نہین ہوا اور یہان تو خود ہمارا ہی روپیہ تجارت حرام مین لگایا گیا ہے اور جو نظائر فقہیہ سوال مین مذکور ہین اُن سب کا جواب یہ ہے کہ ان نظائر مین بعض اجزاء واقع مین اجزاء نجسہ سے متمیز و متفرد ہین تو دفع حرج کیلئے اسکا اعتبار کر لیا گیا اور یہان بالیقین ہر جزو مین بوجہ اشتراک اعانت علی المعصیت ہو رہی ہے اور عموم بلویٰ کا جواب مسئلہ منی آرڈر مین مذکور ہو چکا ہے اور منی آرڈر مین اور اسمین جو فرق دریافت کیا ہے اول تو فرق نہونا مضر نہین کیونکہ اُسکو بھی منع کیا جاتا ہے جیسا مفصلاً مذکور ہوا پھر تاویل اخیر کے اعتبار سے فرق بھی ہو سکتا ہے کہ اس مین ایسی تاویل ابتک نہین نکلی فافترقا البتہ اگر یقیناً تحقیق ہو جاوے کہ اس روپیہ سے ناجائز کام نہین ہوتا تو بدون سود لینے کے جمع کرنا جائز ہوگا۔

واللہ اعلم - ١٨ - ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ -

سوال - قدیم زمانہ مین جبکہ معاملات کے انفصال کا شریعت پر حصر تھا تمام معاملات اور دعاوی مین سوائے اوقاف اور ایسے دعاوی کے جو منافع عام کے متعلق ہین سماعت کیلئے پندرہ سال تک تحدید کر دیگئی تھی جسکو علماء شریعت نے (مرور زمان) سے تعبیر کیا ہے اور عملدرآمد ای پر رہا ہے کہ اگر مدعی علیہ اسقدر میعاد گذر جانیکی وجہ سے قابل سماعت نہ رہنے کا عذر پیش کرتا تھا تو یہ عذر اُسکا مسموع ہوتا تھا بالفعل عثمانی حکام شریعت اور حکام عدالت دیوانی اس تحدید کے پابند ہین سہولت کیلئے چند معتبر کتب شرعیہ کا حوالہ بھی ذیل مین دیا گیا ہے - اگر جناب کے نزدیک بھی عملدرآمد اسی پر ثابت ہو جاوے اپنے قلم یا مُہر سے اس پرچہ کو مزین فرماوین - فی فتاوی القبائلی لا تسمع الدعوی بعد ست وثلاثین سنۃ ولکن المختار الآن ان لا تسمع بعد خمس عشرۃ سنۃ الا بامر السلطان وعلیہ الفتوی (بزازیہ من کتاب الدعوی) ورد الامر من السلطان بعدم سماع حادثۃ لہا خمس عشرۃ سنۃ وقد افتیت بعدم سماعہا النھیہ (من البحر الرائق فی کتاب الدعوی) القضاء یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالزمان والمکان و استثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصۃ فعلی ھذا لو امر السلطان بعدم استماع الدعوی

تحقیق میعاد سماعت دعویٰ مذکورہ بعض کتب فقہ

بعد خمس عشرة سنة لا تسمع (الاشباه والنظائر) وهكذا في الظهيرية لان السلطان
لم يوكل بسماع الدعوى بعد خمس عشرة سنة فيكون الافتاء بقول الشارع لا القانون فقط

الجواب - في الدر المختار (فرع) القضاء مظهر لا مثبت ويتخصص بزمان ومكان
وخصومة حتى لو امر السلطان بعدم سماع الدعوى بعد خمسة عشر فسمعها لم ينفذ قلت
فلا تسمع الان بعدها الا بامر الخ اس روایت سے حکم مسئول عنہ کی لم اور حقیقت اور مبنی
اصلی منکشف ہوگیا یعنی چونکہ ولایت قاضی کی مستفاد ہوتی ہے امر سلطانی سے تو جسقدر سلطان
نے اسکو اختیارات دیئے ہین اُنسے زائد مین وہ قاضی ہی نہین اسلیئے اُسکے احکام اُن اُمور
مین نافذ نہونگے پس جب سلطان نے اُسکو کہدیا کہ اتنی مدت تک کے بعد تم دعویٰ مت سُننا
اور تصریح روایت فقہیہ قضا کی تقیید مکان وزمان کیساتھ جائز ہے اسلیئے معنی کلام سلطان
کے یہ ہوئے کہ تمھاری قضا خاص ہے اُنہی واقعات کے ساتھ جو اس میعاد کے اندر ہون
اور دوسرے واقعات مین ہم تمکو قاضی نہین بناتے یہ وجہ ہے قضا نافذ نہونیکی اور اِس سے
یہ لازم نہین آتا کہ واقع مین صاحب حق کا حق زائل و باطل ہوجاوے یا خود سلطان کو اس قید کا
رفع کرنا جائز نہو چنانچہ قول الا بامر خود اسکا صریح مؤید ہے اور جب اس حکم کی علت معلوم
ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تقیید اُسیوقت اور اُسی شخص کے حق مین ہے جو اُس سلطان کا
محکوم ہو اور جب تک وہ سلطان زندہ رہے اور اپنے اسی حکم پر قائم رہے اور اگر کوئی حاکم و
قاضی اُس سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہو یا وہ سلطان مرجاوے جسکے مرنے سے
تصریح فقہا اُسکا حکم مرتفع ہوجاتا ہے یا خود وہ سلطان اپنا حکم منسوخ کردے اِن صورتون مین
یہ حکم نہین - خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم مقصود شرعی نہین بلکہ شعبہ ہے توکیل بامر خاص کا چنانچہ عبارت
سوال مین سے یہ قول لان السلطان لم یوکل الخ اسکی صریح دلیل ہے اس بنا پر غیر حدود
سلطنت عثمانیہ مین اِن روایات کو حکم فقہی سمجھکر عمل کرنا جائز نہین اور حدود عثمانیہ مین بھی صرف
قضاۃ پر عمل واجب ہے نہ اہل حقوق پر -

سوال - زید کہتا ہے کہ مولود - قیام مولود - عرس فاتحہ وغیرہ گو فی نفسہ مباح ہین مگر آجکل کے
عوام چونکہ انکو عملاً یا علماً ضروری جانتے ہین اسلیئے انکا ترک کرنا واجب ہے مگر اس کہنے کیساتھ

فرق درمیان حکم و دیانت و درمیان قضا بیانات

زید پیری مریدی کو عملاً اچھا جانتا ہے عمرو کہتا ہے کہ جسطرح مولود و قیام مولود عرس فاتحہ وغیرہا گو فی نفسہ مباح ہین مگر عوام کی اصلاح عقائد و اعمال کی غرض سے انکا ترک کرنا واجب ہے اسی طرح آجکل کی پیری مریدی ہے بلکہ سچ پوچھو تو مولود عرس فاتحہ کرنیوالون کے عقائد و اعمال اتنے خراب نہین جتنے آجکل کے پیرون مریدون کے ہے اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے دلیل کی محتاج نہین پھر مولود وغیرہ کے ترک کو مصلحتاً واجب کہنا اور پیری مریدی کو نہ کہنا بلکہ اسکی ترویج مین کوشش کرنا خلاف حق پرستی ہے یا نہین اگر پیری مریدی کو قائم رکھ کے اُن کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہئے تو مولود وغیرہ کو بھی قائم رکھ کے اُنکے زوائد کی اصلاح کرنا چاہیے ایک کو توسرے سے ترک کرین اور ایک کی زوائد کی اصلاح کرین یہ انصاف کے خلاف ہے اگر کہا جائے کہ اصلاح باطن فرض ہے اور یہ ممکن نہین جبتک پیری مُریدی قائم نہ رکھی جاوے اور اس کے سب زوائد نہ برتے جاوین کہا جائیگا مولود عرس فاتحہ وغیرہ بھی آجکل زیادہ تر انھین لوگون مین ہے جو پیری مریدی کرتے ہین اور غالباً ہمیشہ انھین لوگون مین زیادہ تر یہ چیزین رہی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح باطن مین انکو بھی کچھ دخل ضرور ہے ورنہ ظاہر مین تو نہ مولود سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے نہ پیر کا شجرہ لینے اور پڑھنے سے اگر شجرہ لینے اور پڑھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے تو مولود پڑھنے سے کیون نہین ہوتی اور بالفرض مولود وغیرہ سے کچھ نہین ہوتا اور شجرہ لینے اور پڑھنے سے سب کچھ ہوتا ہے لیکن جب عوام کی اصلاح خواص پر واجب ہے اور عوام صوفیہ ان زوائد کو علماً اور عملاً ضروری خیال کرتے ہین اور مقصود بالذات سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین تو خواص کو چاہے کہ نہایت اہتمام سے انکو ترک کرین اور ترک کی رغبت دلائین مگر اسوقت معاملہ برعکس ہے۔

الجواب - قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر شرعاً مطلوب و مقصود ہو اور اُس مین مفاسد منضم ہو جاوین تو اُس امر کو ترک نہ کرینگے خود اُن مفاسد کا انسداد کرینگے اور جو امر مقصود نہ ہو اُس مین غلبہ مفاسد سے خود اُس امر کو ترک کر دینگے دلیل اس قاعدہ کی رسالہ طریقہ مولد شریف مین مذکور ہے پس طریقہ بیعت کہ موقوف علیہ نسبت باطنیہ کا ہے جو خود واجب ہے مقاصد شرعیہ سے ہوا اسمین جو مفاسد ہون انکو دفع کیا جاویگا مثلاً نااہلون سے بیعت کرنے کی

ممانعت کرینگے بیعت کے بھروسے اعمال مین تہاون کرنے سے روکینگے شریعت و حقیقت کو متغایر و متضاد سمجھنے سے منع کرینگے و مثل ذلک اور خود طریقہ مذکورہ کو محو نہ کرینگے بخلاف دیگر اعمال مذکورۂ سوال کے کہ مقاصد شرعیہ سے نہین ہین اور مشتمل مفاسد پر ہین اسلیئے قابل ترک ہونگے اور اعمال مذکورہ کو اصلاح باطن مین مطلق دخل نہین نہ شجرہ کو اُس سے کوئی تعلق ہے نہ پیری مریدی مین شجرہ شرط ہے اگر شجرہ مین کوئی مفسدہ دیکھا جاویگا اُس کو بھی روک دینگے پس قیاس کرنا ان کو پیری مُریدی پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اس طریقہ کا اصلاح باطن کیلئے موقوف علیہ ہونا دلیل سے ثابت ہے بخلاف ان افعال کے کہ کسی دلیل سے اس کا شرط اصلاح ہونا ثابت نہین بلکہ بوجہ مخالفت شریعت کے مُضر ہونا ثابت ہے فافترقا

واللہ اعلم - ۱۸ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ -

سوال - زید کہتاہے کہ بدعت کی دو قسمین ہین حسنہ و سیئہ - عمرو کہتاہے کہ بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوتی ہے زید کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تراویح کو بدعت اور نعم البدعۃ کہا عمرو کی دلیل یہ ہے کل بدعۃ ضلالۃ بدعت کی تعریف حدیث مین توکہین مذکور نہین اگر مذکور ہو تو تحریر فرمائی جاوے - بدعت کی جو کچھ تعریف ہو مگر اس مین شک نہین کہ اس وقت یہ پہچاننا کہ یہ امر بدعت ہے یا نہین نہایت مشکل نظر آتا ہے - صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن امور کو بھی بدعت کہتے تھے جو فی نفسہا مباح اور بظاہر موجب ثواب تھے مگر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھے مثلاً تشہد کے اوّل بسم اللہ پڑھنا قرآن مجید کا جمع کرنا چنانچہ اس باب مین حضرت ابوبکر و حضرت انس رضی اللہ عنہما کا جو کچھ قصہ ہے صحاح مین موجود ہے چھینکنا اور اُسکے بعد السلام علیکم یا اسی کے مثل کچھ الفاظ کہنا اذان کے بعد نمازیون کو پکارنا چنانچہ اس باب مین حضرت ابن عمرؓ کا غصّہ فرمانا اور اُس مسجد مین نماز نہ پڑھنا صحاح مین موجود ہے غرض اسی قسم کے ہزارون اُمور ہین جو فی نفسہا مباح یا بظاہر موجب ثواب ہین مگر چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً فعلاً تقریراً ثابت نہین اسلیئے صحابہ اُنکو بدعت کہتے ہین اور اُنکو نہایت ہی بُرا جانتے ہین اب اس زمانہ مین مباح الاصل چیز کسیطرح بدعت ہوہی نہین

سکتی اور جس مباح الاصل چیز مین بظاہر کچھ ثواب کی جھلک ہے وہ تو سنت اور عبادت مقصودہ ہی خیال کیجاتی ہے ع ببین تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا۔

اس بلا مین آجکل سب ہی مبتلا ہین مگر حضرات صوفیہ سب سے زیادہ مبتلا نظر آتے ہین کتب حادیث مین لاکھون دعائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہین مگر اس فرقہ مین شاید کوئی دعا بھی حدیث کی معمول بہ نہین اگر ہے تو ترمیم کے ساتھ حالانکہ خود حدیث سے ترمیم کی ممانعت نکلتی ہے ایک صحابی کو آپ نے تعلیم فرمایا اللھم اسلمت نفسی الیک و وجّھت وجھی الیک رغبۃ ورھبۃ والجأت ظھری الیک لا ملجأ ولا منجأ منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت صحابی نے نبیک کی جگہ رسولک کہدیا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا صحابی نے غالباً یہ ترمیم اس خیال سے کی تھی کہ نبی کے لفظ سے رسول کے لفظ مین زیادہ تعظیم ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعظیم ناپسند فرمائی اور اپنے الفاظ کے کہنے پر تاکید فرمائی اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ بخصوص حضرات صوفیہ جو ادعیہ مسنونہ مین ترمیم کر دیتے ہین یہ ممنوع اور ناپسند ہے خیر ترمیم ہی ہی مگر دیکھا جاتا ہے تو موجودہ زمانہ کے صوفیہ ادعیۂ مسنونہ ترمیم شدہ بھی نہین پڑھتے بلکہ اپنے بزرگون اور سلسلہ والون کی تصنیف کردہ شدہ دعائین وغیرہ پڑھتے ہین اور انکو زیادہ مفید اور مقبول خیال کرتے ہین یہ بدعت نہین تو اور کیا ہے مدارس اسلامیہ اور انکے جزئی انتظامات صوفیہ کے اذکار و اشغال وغیرہ سب بدعت نظر آتے ہین گو بعض ذہین لوگ انمین یہ تاویل کرتے ہین کہ مقصود بالذات اصلاح قلب ہے جو فرض ہے اور یہ صورتین مقصود بالعرض ہین اور مقصود بالعرض مین تصرف کرنا جائز ہے مقصود بالذات مین تصرف نکرنا چاہئے اور مثال مین حج وجہاد اور توپ اور ریل وغیرہ کو پیش کرتے ہین مانا کہ یہ تاویل ٹھیک ہے مگر جو لوگ یہ تاویل کرتے ہین انھین کا یہ خیال بھی ہے کہ مقصود بالعرض اور سنت زائدہ کو اسطرح نہ ادا کرو کہ جس سے اس کے علماً یا عملاً واجب ہونیکا شبہ ہو بلکہ جس وقت عوام کو یہ شبہ ہو تو خواص کو انکا ترک کرنا واجب ہے سنت زائدہ کے متعلق وہ کہتے ہین کہ کبھی کرو کبھی نکرو جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم نفل کبھی رکھتے تھے کبھی نہین رکھتے تھے بعد نماز کبھی داہنی طرف پھر جاتے تھے کبھی بائین طرف غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا فعلاً یا تقریراً بتادیتے تھے کہ

یہ فعل کس درجہ کا ہے آجکل کے مدارس اسلامیہ اور صوفیہ کے اذکار واشغال کو دیکھو تو معلوم
ہوتا ہے کہ یہ اپنی ہر ہر بات کو عملاً ضروری جانتے ہین حالانکہ اُن کو طرز عمل سے بتانا چاہیئے کہ یہ
مقصود بالعرض ہین انکا یہ بھی خیال ہے کہ سُنّت موکدہ کو بھی ضرورت کیوقت ترک کرنا واجب ہے
مثلاً عوام کسی سُنّت موکدہ کیساتھ واجب کا معاملہ کرتے ہین تو خواص کو یہ سنّت موکدہ ترک
کرنا چاہیئے مگر بہت سی باتون مین ہم اسکے خلاف نظیر پاتے ہین مثلاً رکوع کرنا فرض ہے اور رکوع مین
سبحان ربی العظیم کہنا سنت ہے اب تمام جہان کے لوگ عملاً دونون کو واجب و فرض بتاتے
ہین بلکہ قول و فعل و تقریر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عملاً دونون
ایک ہی شان رکھتے ہین گو علماً ایسا نہو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کیوقت بھی
فرض و سنّت مین عملاً فرق کرنا ضروری نہین صرف علماً فرق کرنا کافی ہے ۔ اب یہ ارشاد ہونا چاہیئے
کہ فرائض و واجبات و سُنن و نوافل وغیرہ مین عملاً دونون طرح فرق کرنیکی ضرورت ہے یا صرف
علماً اس کے لئے قاعدہ کلّیہ حدیث و فقہ سے مستنبط کیا گیا ہے یا علما کی رائے پر چھوڑا گیا ہے ۔ فقط

الجواب ۔ قاعدہ کلّیہ اس باب مین یہ ہے کہ جو امر کلیّاً یا جزئیاً دین مین نہو اُسکو کسی شبہ کے
سبب سے جزو دین علماً یا عملاً بنا لینا بوجہ مزاحمت احکام شرعیہ کے بدعت ہے دلیل اسکی خود حدیث
صحیح ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فهو رد کما فی اومن اس مدعا پر صاف صاف
دلالت کر رہے ہین اور حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے حقیقۃً
بوجہ کسی کلیہ مین داخل ہونیکے سنّت ہے ۔ پس تقسیم بدعت الی الحسنۃ السیئۃ کا اثبات اور نفی محض
نزاع لفظی ہے کہ اثبات بنا بر صورت کے ہے اور نفی بنا بر حقیقت کے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح
اس قاعدہ کلیہ کے اتقان اور امعان کے بعد سب شبہات مذکورہ سوال دفع ہوگئے بدعت کی
تعریف بھی حدیث سے معلوم ہوگئی اور حدیث تراویح و حدیث کل بدعۃ مین بھی تعارض نرہا اور یہ
بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے محض اس وجہ سے کسی امر کو بدعت نہین کہا کہ عہد برکت مہد مین
نہ تھا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اول ایک امر کو بدعت سمجھین اور پھر بلا اسکے کہ اُسکا وجود بعینہ زمانہ مبارک
مین نقل سے ثابت ہو اُسکے بدعت ہونیسے رجوع فرمالین جیسا مناظرہ متعلق جمع قرآن مین واقع ہوا
اس سے صاف معلوم ہوا کہ بنا کلام تعریف مذکور پر ہے ظاہر نظر مین ایک امر جزو دین نہ معلوم ہوا انکار

کرنے لگے بعد غور کے کسی کلیہ شرعیہ مین داخل نظر آیا انکار سے رجوع کرلیا اوراس سے باقی جزئیات مشتبہہ کا حکم بھی معلوم ہوگیا جہان محذور مذکور لازم آیگا وہ بدعت ہوگا گو ظاہراً مستحسن ہوا۔ اور جہان وہ محذور لازم نہ آویگا وہ سنت ہوگا گو صورۃً بدعت ہو امید ہے کہ قدرے تامل سب شبہات کے حل ہونے کے لئے کافی ہوگا اسی لئے حاجت تفصیل جواب کی نہین سمجھی گئی اگر بعد تامل بھی کسی جزئی مین اشتباہ باقی رہے تو بالیقین ظاہر کرنا چاہیے۔ ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

قربانی از میت

سوال۔ گائے یا اونٹ کی قربانی مین دو تین آدمی شریک ہین اُنمین سے ایک نے یا ایک سے زائد نے یہ خیال کیا کہ جب سات آدمی تک گائے یا اونٹ کی قربانی مین شریک ہوسکتے ہین تو مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اور کسی بزرگ کی طرف سے یا اور کسی اپنے عزیز قریب دوست کیطرف سے خواہ وہ زندہ ہین یا اُنکا انتقال ہوچکا ہے شریک ہوجاؤن اور سات حصے پورے کرلون اور انکی طرف سے بقدر حصہ قیمت ادا کرون یہ جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ جائز ہے کیونکہ حی اور میت کی طرف سے قربانی کا یکسان حکم ہے فی الدر المختار وان مات احد السبعة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح الی قوله لقصد القربة من الکل ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

حکم استمداد از ارواح مشائخ

سوال۔ طریق اربعین یعنی چلہ مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ مین تحریر فرماتے ہین استعانت و استمداد از ارواح مشایخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہین غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کسطرح کرتے ہین خالی الذہن ہونیکی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہین لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب۔ جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہو معصیت ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔ اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء

معنیٰ بطلان وطن اقامت بسفر

والواقعات التاریخیۃ ۔ ورنہ لغو ہے ۔ یہ کل پانچ قسمیں ہین پس استمداد ارواح مشایخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض اُن حضرات کے تصوّر اور تذکرے سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگون کے خیال کرنے سے اُن کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے قسم خامس ہے ۔ ۱۰ ۔ ذیقعدہ ۔ ۱۳۲۲ھ ۔

سوال ۔ کانپور احقر کا وطن اقامت تھا وہان سے قنوج گیا وہان سے یہان (گورکھپور) آیا حال مین تو اس وجہ سے کچھ تردّد نہین پیش آیا کہ بوجہ نیّت اقامت ہوجانیکے وہان بھی اتمام کرتا رہا لیکن اگر کوئی صورت ایسی ہی فرض کی جاوے اور تسلیم کیا جاوے کہ ایک شخص کانپور وطن اقامت چھوڑکر اس نیّت سے قنوج گیا کہ دو چار دن کے بعد گورکھپور آویگا اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ کانپور سے قنوج مدت سفر نہین تو اب لوٹتے وقت قنوج و کانپور کے مابین قصر ہے یا نہین ۔ احقر کے خیال مین یون آتا ہے کہ قصر نہ ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ وطن اقامت یا سفر سے باطل ہوتا ہے یا دوسرے وطن اقامت سے یا وطن سے لہذا قنوج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باقی رہا لہذا قنوج سے گو مدت سفر کا ارادہ ہے مگر بیچ مین وطن بھی ہے لہذا جب تک اُس سے تجاوز نہ ہو تب تک سفر کا حکم نہو گا جیسے کوئی شخص پانچ منزل کا قصد کرکے چلے اور دو منزل پر اُس کا وطن اصلی ملتا ہو تو بلا تجاوز وطن اصلی اُس پر مسافر ہونیکا حکم نہو گا جو جناب والا کی رائے ہو اُس سے مطلع فرمادین ۔

الجواب ۔ بطلان بالسفر کے معنیٰ بطلان بابتداء السفر ہین گو سفر انتہا تک نہ پہونچے پس جب گورکھپور کے ارادہ سے سفر کیا تو کانپور وطن اقامت نرہا اور قنوج پہونچنے کے وقت جب تک پندرہ یوم کی نیّت نہ ہو وطن اقامت نہ ہوگا اس بنا پر یہ شخص سفر مین ہے تو کانپور آنیکے وقت جبتک پندرہ یوم کی نیّت نہ ہو قصر کرنا چاہئے قولکم قنوج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باقی رہا ۔ قولی ابتداء سفر شرعی سے کانپور وطن اقامت نرہا قولکم بیچ مین وطن اقامت ہے ۔ قولی وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے لہذا قنوج اقامت سابقہ سے وطن اقامت نہین ہے ۔ واللہ اعلم ۔

وجوب عقر از وطی و وجوب حد مرتدہ

سوال - کیسکی زوجہ بوجہ اجراء کلمہ کفر نکاح سے باہر ہوگئی مگر پھر بعد چندے تجدید نکاح کر لیا تو تجدید سے قبل اگر وطی کی ہے تو عقر دینا پڑیگا یا زنا محض موجب حد ہے ظاہر تو شق ثانی ہی بالخصوص جبکہ حرمت سے کوئی واقف بھی تھا پھر ایسا کیا اگر عقر دینا پڑے تو ہر وطی کے مقابلہ مین عقر ہے جتنے بار کیا ہو یا ایک ہی عقر ہے اور برتحقیق ہندوستان کے دار الحرب ہو نیکے کیا حکم ہے کیا عقر اور حد دونون ساقط ہو جاوینگے یا کیا ہوگا -

الجواب - اس صورت مین حد نہین ہے فی العالمگیریہ کتاب الحدود الباب الثالث ارتدت المرءۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ اوحرمت بجماع امہا اوابنہا ولم تطاوعزابن الزوج ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ اھ رہا وجوب عقر تو گو اسجگہ کو دار الحرب کہا جاوے مگر عقر حق العبد ہے ہر موطن مین اسکا وجوب یکسان ہوگا رہا تخصیص دار الاسلام کی اس بنا پر ہے کہ دار الحرب مین ولایت الزام عن الامام نہین باقی وجوب دیانۃً خود الزام قاضی پر موقوف نہین یہ جواب کلیات شرع سے دیتا ہون جزئی نہین دیکھی اور عقر متعدد وطیات سے متعدد ہوگا فی العالمگیریہ کتاب النکاح الفصل الثالث عشر الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک مرارا لم یجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مرارا یجب لکل وطی مہر علی حدۃ وفیہا او وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ الی قولہ وان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر فقط واللہ اعلم -

تجارت بعض مجمع کفار

سوال - ایک شخص رائے دیتے ہین کہ دربار انگریزی کی نمائش مین جو ماہ جنوری آیندہ دہلی مین ہونیوالی ہے کوئی دوکان مُرادآبادی برتنون کی یا اور کسی مال کی کھولی جاوے یا اور کسی کام کا ٹھیکہ لیا جاوے - احقر نے جواب مین کہا کہ دربار کے کام کا ٹھیکہ اعانت مجمع کفار ہے اور نمائش بھی ایسی ہی ہے - اسکے جواب مین وہ کہتے ہین کہ دربار کا ٹھیکہ اعانت ہے نمائش ایسی نہین کیونکہ نمائش بعد ختم دربار ہوگی اُس سے غرض دربار کی آرائش نہین ہے بلکہ ملک کی صنعت و حرفت کی جانچ منظور ہے جسطرح دیگر اوقات مین مختلف مقامات مین نمائشین ہوا کرتی ہین اس مین حضور کا کیا ارشاد ہے اگر شرکت ایسے مجمعون کی ناجائز ہے تو اپنے دواخانہ کے

اشتہارات تقسیم کرانا درست ہین یا نہین۔

الجواب۔ کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہین ہے بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جاوے ایسے مجمع کی شرکت و اعانت سب حرام ہے اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے مجمع مسئول عنہ کہ محض تزائید سرور و استحکام امر حکومت کیلئے ہوگا میرے نزدیک اسکا یہ حکم نہین ہان اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہو کہ عوام الناس میری سند پکڑ کر دوسرے ناجائز مجامع کو اسپر قیاس کر کے بد احتیاطی کرنے لگینگے وہان اس عارض کی وجہ سے سداً للذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب ہوگا اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال مین جائز ہے اُس کو تکثیر سواد سے کچھ مس نہین۔ واللہ اعلم

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے پہلے غلہ کی تجارت کی تھی اُسمین بہت نقصان ہوا اب بجائے اُسکے نمک کی سوداگری کی ہے اور بفضلہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے ایک شخص شریک ہونا چاہتے ہین یہ صاحب پہلے پولس مین ملازم تھے اب معزول ہو گئے ہین مال انکا مشکوک بلکہ غالب خراب ہے انکی شرکت کی نسبت کیا حکم ہے نمک کی خریداری اسطرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری خزانہ مین ہر جگہ جمع کیا جا سکتا ہے وہان سے رسید لیکر سرکاری مہتمم گودام واقع جھیل سانبھر کو بھیجدیجاتی ہے اور نمک وہان سے آجاتا ہے یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیجدئیے جاتے ہین وہ نمک خرید کر بھیجدیتا ہے اِن صورتون مین خراب روپیہ شامل کرنے مین کیا حکم ہے۔ والد صاحب قبلہ نے ایک عرصہ سے منی آرڈر بھیجنا چھوڑدیا ہے بجائے اُسکے نوٹ بھیجتے ہین نوٹ جہان جاتے ہین وہ اُسکو فی سیکڑہ کچھ آنون کی کمی سے لیتے ہین یہ جایز ہے یا نہین۔

دین مہر بشرط نیت ادا مانع وجوب زکوۃ و اضحیہ ہے یا نہین۔

الجواب۔ جنکا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لیکر شرکت کرلین پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کر دین اور بدون اس تدبیر کے خزانہ مین جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اُس خرابی کا رافع نہین ہو سکتا لان البدل فی حکم المبدل عنہ بخلاف القرض فانہ لیس عبادلہ کمالا یخفی اور نوٹ کو کمی سے لینا دینا دونون ناجایز مین مگر میرے نزدیک اس کمی سے بدل مین حرمت

حکم شرکت کفار بہ اشتہار انعقاد و اجلاس مجامع مانند ٹون ہال

حکم ادائے دین بہ نوٹ کم از قیمت آن

وخباثت پیدا نہین ہوتی اسکی وجہ محتاج تطویل ہے ورنہ لکھدیتا۔

دین مہر کے مانع زکوٰۃ ہونے مین اختلاف ہے درمختار مین تو مانع کہاہے موجل ومعجل ہردو کو اور طحطاوی نے دو قول بیان کئے ہین۔ معجل مانع ہے موجل مانع نہین اگر عزم ادا ہو مانع ہے ورنہ نہین کانہ لایعد دینا پس کل تین قول ہین اور طحطاوی نے قہستانی سے قول ثانی کی ترجیح وتصحیح نقل کی ہے مگر میرے نزدیک قول ثالث قابل ترجیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ عورتین تشہد مین رفع سبابہ کرین یانہ اگر اُنکے لئے بھی رفع کا حکم ہو جیسا کہ ظاہر ہی ہے تو بہشتی زیور مین لکھدینا چاہئے۔ یہ امر زیادت تستر کے ضرور خلاف ہے لیکن کسی نے اسجگہ فرق بین الرجال والنسا نہین لکھا۔

الجواب۔ چونکہ فقہا نے باب صفۃ الصلوۃ مین التزام کیاہے کہ جن احکام مین مرد اور عورت مین تفاوت ہے اُسکی تصریح کردی ہے اور رفع سبابہ مین اسکی تصریح نہین ہے یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ حکم مشترک ہے رہا شبہہ زیادت تستر کے خلاف ہونیکا سو ضعیف ہے کیونکہ رفع یدین عند التحریمہ بالاتفاق مشروع ومسنون ہے اور یقیناً اُسمین اشارہ بالسبابہ سے زیادہ کشف ہی۔ فقط

سوال۔ بہشتی زیور مین وضو مین مسواک کا مسنون ہونا بھی لکھاہے حالانکہ فقہا عورتون کیلئے علک کو قائم مقام مسواک کے لکھتے ہین لیکن تخصیص رجال کی کوئی دلیل پائی نہین جاتی احادیث مین ترغیب وفضیلت عام بیان کیگئی ہے رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب۔ میرے نزدیک مسنونیت مسواک کی عام ہے لاطلاق الدلیل رہا اقامت علک کا مقام مسواک مین میرے نزدیک معنی اسکے جواز اقامت ہے نہ وجوب اقامت جو مستلزم ہو نفی مشروعیت مسواک کو لعدم دلیل الوجوب۔ فقط

سوال۔ ایک شخص کا وطن اقامت کانپور ہے وہان سے وہ سہارنپور کی نیت سے روانہ ہوا لیکن چونکہ کسی ضرورت سے اوناؤ جانا ضروری تھا لہذا اول اناؤ گیا وہان سے کانپور ہوتا ہوا سہارنپور گیا تو اس صورت مین یہ شخص اناؤ مین اور جاتے آتے اناؤ اور کانپور کے درمیان قصر کرے یا اتمام میرا خیال یہ ہے کہ اتمام کرے اور جسوقت بعد واپسی از اوناؤ کانپور سے بسوئے سہارنپور روانہ ہوا اُسوقت قصر کرے کیونکہ وطن اقامت یا تو وطن اصلی سے

ساقط ہوتا ہے یا دوسرے وطن اقامت سے یا سفر سے اور اُناؤ نہ تو وطن اصلی ہے نہ وطن اقامت اور وہانسے کانپور واپسی کا قصد ہے لہذا کانپور وطن اقامت باقی رہا اسلئے اُناؤ کی آمد ورفت کا سفر شرعی سفر نہین ہے واپسی کیوقت راہ مین اور کانپور اگر قصر نکرنا چاہئے۔

الجواب - چونکہ نیت اقامت مین یہ شرط ہے کہ وہ موضع صالح اقامت کا ہو اور مفازہ کو غیر صالح کہا گیا ہے لہذا یہ دیکھنا چاہئیے کہ اُناؤ سے واپسی کیوقت کانپور کے اندر داخل ہو کر جاویگا خواہ ریل سے اُتر کر یا ریل ہی شہر کے درمیان مین نکلیگی یا کہ کانپور سے باہر باہر جاویگا اگر اندر ہو کر جاویگا تب تو کانپور سے اُناؤ چلتے وقت سفر کا ارادہ ہی نہین ہوا اور اس چلنے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باطل نہین ہوا جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر کانپور سے باہر باہر جانیکا ارادہ ہے تو جسوقت کانپور سے اُناؤ کو چلاہے سفر کا ارادہ متحقق ہوگیا اور اب کانپور وطن اقامت نرہا اور کانپور کو لوٹنا اسلئے اسمین قادح نہین ہوا کہ مفازہ محل اقامت نہین اور سفر مبطل لوطن الاقامت سے مراد انشاء السفر ہے نہ وجود السفر کما صرح بمعنی اللہ دالمختار فقط واللہ اعلم

سوال - مین اپنی حالت پہلے عرض کر چکا ہون کہ قیام فتحپور کی بظاہر امید نہین نہ میرا کوئی مکان نہ وہان میرا کوئی اسباب، دار مسکونہ کا ایک ثمن نانی صاحبہ کا ہے جو بطور وصیت مجکو ملسکتا ہے وہ بالکل ناکافی ہے اور چونکہ وہان کوئی عزیز و قریب نہین سب غیر ہی غیر ہین اسلئے مکان خرید کرنا اور بنوانا ایسا ہی ہے جیسے کہین پردیس مین بنوانا اسلئے کیا عجب ہے کہ اسی پر رائے قرار پائے کہ قنوج مین مکان تعمیر کیا جائے گو ابھی تک وہانکے قیام کی بھی کوئی مستقل رائے قایم نہین ہوئی اب دریافت طلب یہ ہی کہ فتحپور میرا وطن رہا یا نہین اور مین وہان جا کر قصر کیا کرون یا اتمام صرف اتنا تعلق میرا باقی ہے کہ نانی صاحبہ وہان رہتی ہین ولیز نانی صاحبہ کے وہان نہونے کی صورت مین اگر کسیوجہ سے جانا ہو تو کیا حکم ہے ایسی حالت مین قنوج کا کیا حکم ہے قصر کیا کرون یا اتمام نکاح کرنے سے فقہاء اتمام کا حکم دیتے ہین بشرطیکہ وہین قیام کا ارادہ ہو جاتی کہ اگر دو تین جگہ نکاح کرے اور عورتکو وہان سے لانیکا ارادہ نہو تو تینون جگہ اتمام کا حکم ہے اور میری حالت یہی جو مذکور ہوئی لہذا تردد ہی رہا کرتا ہے کہ مجھپر قصر ہے یا اتمام؟

تحقیق بطلان وطن اصلی

الجواب - فتحپور یقیناً ایک زمانہ تک آپکا وطن اصلی رہچکا ہے اَب جب تک دوسرے مقام کو وطن اصلی بنانیکا عزم نہ کیا جاوے گا بدستور وطن اصلی رہیگا اور چونکہ ابھی اسپر آپکی رائے قرار نہین پائی لہذا فتحپور مین اتمام واجب ہے - فی الدر المختار - الوطن الاصلی یبطل بمثلہ لا السفر الخ وفیہ الاصل ان الشئ یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اھ اور اب تک مجکو اس مسئلہ مین شرح صدر نہین ہوا کہ صرف تزوج سے وہ مقام اسکے لئے وطن اصلی ہو جاتا ہے مین یہ سمجھتا ہون کہ تزوج سے جبکہ اہل کو وہان سے لیجانیکا ارادہ نہو غالباً اس شخص کا بھی ارادہ اُسکو وطن اصلی بنانیکا اور خود ہمیشہ کیلیئے بود وباش کرنیکا ہو جاتا ہے اس بنا پر اسکو وطن بنانے کا سبب قرار دیدیا ہے ورنہ مدار خود اس کی نیت اتخاذ وطن اصلی پر ہے اگر میرا یہ سمجھنا صحیح ہے تب تو قنوج ہنوز آپکا وطن اصلی نہین بنا اور اگر مطلق تاہل سے وطن اصلی ہو جاتا ہے تو وطن اصلی مین تعدد ممکن ہے جیسا فقہاء نے تصریح کی ہے اسکے وطن اصلی ہونے سے فتحپور کا وطن اصلی ہونا لازم نہین آتا قاضی خان کی ایک جزئی میری مؤید ہے المسافر اذا جاوز عمران مصرہ الی قولہ انکان ذلک وطنا اصلیا بان کان مولدہ وسکن فیہ او لم یکن مولدہ ولکنہ تاھل بہ وجعلہ دارا الخ اس مین تاہل کے بعد جعلہ دارا بڑھایا ہے جیسا کان مولدہ کے بعد وسکن فیہ بڑھایا ہے پس جسطرح صرف کان مولدہ بدون سکن فیہ کے وطن اصلی نہین بنتا اسی طرح تاھل بہ بدون جعلہ دارا کے وطن اصلی نہوگا فافہم - ۱۰ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

سوال - بندہ کے یہان نمک کی تجارت ہوتی ہے اور تین جگہہ کارخانے ہین ایک آڑتی بہت معتبر ملگیا ہے - اُس نے روپیہ بھیجنے کی سبیل یہ رکھی ہے کہ جب مال فروخت ہو جاوے تو نوٹ بھیجدیتا ہے ایکبار میرے ذمہ اُسکے روپیہ چاہیئے تھے بوجہ دیر مین بھیجنے روپیہ کے اُس نے سُود لگایا تو بندہ نے اُسکو سود نہین دیا اور یہ لکھا کہ ہمارے مذہب مین سود لینا اور دینا دونون ناجائز ہین اسلیئے ہم معاملہ سود کا ہرگز نہین کر سکتے اُس نے لکھا کہ ہم سود نہین لینگے اور یہ بھی معاملہ طے ہو گیا کہ سود کا لین دین کبھی نہوگا البتہ جب نوٹ بھیجتا ہے تو کمی کے ساتھ بھیجتا ہے مثلاً فی سیکڑہ دو آنہ یا تین آنہ کاٹتا ہے اُن کے یہان کٹ کی شرح مختلف اوقات مین مختلف طور سے معین ہوتی ہے اور کچھ حصہ ہمارے روپیہ مین سے گوسالہ کے نام کا بھی کاٹتا ہے

فروخت نوٹ سے کمی و وضع چندہ از غیر بنام گوسالہ

اور یہ ہماری ہی تخصیص نہین بلکہ اُنکے یہانکا قاعدہ ہر ایک سے یہی ہے سو بندہ یہ دریافت کرتا ہے کہ یہ امر دونون جائز نہین معلوم ہوتے اسکے بارہ مین کیا کیا جاوے اگر اُس سے یہ کہین کہ یہ معاملہ ہم نہین کرینگے تو وہ ہرگز نہ مانیگا کیونکہ نوٹ مین کمی اُنکے یہان سود مین شمار نہین اور گوسالہ کی نسبت بھی نہین مان سکتا کیونکہ صرف ہمارے لئے قانون جدید نہین معین کریگا تو اب کیا حیلہ کیا جاوے جس سے معاملہ شریعت کے موافق رہے اور یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اگر دہ یہ معاملہ رکھے تو مجھپر مواخذہ اُخروی رہیگا یا نہین اور نوٹ مین کمی زیادتی صرف مسلمانو کے درمیان ناجائز ہے یا جب ایک جانب مسلم ہو اور دوسری جانب کافر تو بھی جائز ہے یا نہین جملہ اُمور کو مفصلاً تحریر فرمادیجئے۔

الجواب۔ نوٹ کی حقیقت حوالہ ہے اور حوالہ مین کمی بیشی جب معروف یا مشروط ہو ربو ہے البتہ اگر بلا شرط وعرف ہو تو بعض صورتون مین تاویل صلح کی ہوسکتی ہے مگر اب ممکن نہین میری سمجھ مین تو اس کی تدبیر بجز اسکے کہ نقد روپیہ اُس سے لیا جاوے اور کچھ نہین آتی یا اُسپر یہ بات ثابت کردیجاوے کہ ہمارے مذہب مین یہ سود ہے یا اُس کی کچھ آڑھت بڑھا کر حق ٹھیرا دیا جاوے اور یہ کہدیا جاوے کہ نوٹ برابر سرابر لیا جاویگا اور تمھاری کمی اس اضافہ سے پوری کردیجاویگی اور یہ تدبیر غالباً سہل ہے رہا گوسالہ کا قصہ سو اگر وہ آڑھتی آپکا مشتری ہوتا اور آپ اُس سے بائع ہوتے تب تو بتاویل حط ثمن کے یہ جائز ہوسکتا تھا گویا اپنا روپیہ وہان دیتا ہے اور آپ کو ثمن کم دیتا ہے لیکن آڑھتی وکیل ہوتا ہے وہان یہ تاویل ممکن نہین اس لئے میرے نزدیک اُسے یون سمجھا دیا جاوے کہ حق آڑھت اور حصہ گوسالہ یہ سب مجموعہ حق آڑھت مین شمار کرنا چاہئے پھر خواہ وہ بہی مین کسیطرح لکھے کچھ حرج نہین فقط۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ زید کا نکاح بوجہ ارتداد زوجہ واجرا کلمہ کفر فسخ ہوگیا قبل تجدید نکاح اندرون عدت جو وطی ہوئی وہ وطی بالشبہ ہے یا محض زنا اور عقر دینا پڑے گا یا نہ اگر دینا پڑے گا تو کتنا اگر کئی مرتبہ اتفاق ہوا تو کیا ہر وطی کے عوض عقر ہے۔

الجواب۔ فی العالمگیریہ ارتدت المرأۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ ا وحرمت بجماعہا

اوابنتہا اوبعطاوعۃ ابن الزوج ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وطی حرام بالشبہہ ہے ورنہ حد واجب ہوتی - رہا عقر کا توحد اور تعدد سو ظاہراً تعدد معلوم ہوتا ہے فی العالمگیریۃ الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک مرارا لم یجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مرارا یجب بکل وطی مہر علیحدہ لان کل وطی صادف ملک الغیر سو ظاہر ہے کہ یہان ملک کا مطلق شبہہ نہین ہے - ایضاً فی العالمگیریۃ ولو وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ فیں ان کانت الطلقات الثلث جملۃ فظن انہا لم تقع فہذا الظن فی موضعہ فیلزمہ مہر واحد وان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر کذا فی الخلاصۃ اور ظاہر ہے کہ مرتدہ مین کوئی وجہ مجتہد فیہ حل کی نہین لہذا یہ مشابہ مطلقہ ثلثا مظنونہ بوقوع الثلث کی ہے لہذا مثل اُسکے عقر متعدد ہوگا اور عقر کی تفسیر مین جو اختلاف ہے مشہور و کتب فقہ مین مذکور ہے - ۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۲۱ھ -

سوال - میّت کے تین وارثون سے ایک وارث نے کہا کہ میرا حصّہ بقیّہ دونون کو دیدو مین جو دلیکر کیا کرونگا یون نہین کہا کہ مین نے اپنا حصّہ چھوڑا اپنا حصہ مین نہ لونگا تو اسطرح کہنے سے بھی یہ تخارج ہوجاویگا یا یہ ہبہ ناجائز ہے اور ہبہ مشاع ہوجاویگا۔

الجواب - اگر خود ان وارثون سے کہا کہ مین نے تمکو دیا تو ہبہ ہے اور جو اور کسی سے کہا کہ دیدو تو یہ توکیل بالہبہ ہے بہرحال یہ تخارج نہین جس کی حقیقت تصالح علی الاقرار ہے جو حکم بیع مین ہے اور چونکہ ہبہ مشاع کا ہے لہذا جہان مشاع ہونا مانع صحت ہوگا وہان جائز نہوگا - فقط

سوال - آجکل اجارہ فاسدہ بہ کثرت رائج ہین مثلاً مطابع مین تصحیح و کتابت وغیرہ کا ایک خاص دستور ہے اُس کے موافق اُجرت ملجاتی ہے اور کچھ طے نہین ہوتا بلکہ بعض اوقات اجیر کو بوجہ ناواقفیت کچھ بھی معلوم نہین ہوتا اس خیال پر کہ جو کچھ دینگے لیلونگا کام کیا کرتا ہے اس کے علاوہ اور اجارات رائجہ زمان انکے متعلق دریافت طلب یہ ہے کہ اجارہ فاسدہ کا اثر صرف دنیوی ہے یعنی اجر مثل کا ملنا اور درصورت اجر مسمّٰی کے مسمّٰی کا نہ ملنا یا کچھ اخروی اثر بھی ہے یعنے استحقاق عقوبت و گناہ و خبث اجرت وغیرہ -

حصہ خود گذاشتن وارث

حلت اجرت اجارہ فاسدہ و حرمت عقد

الجواب - تصریحاً نظر سے نہین گذرا مگر غالباً معصیت سے خالی نہین کالاکتساب المنہی عنہ اور اُجرت مین خبث نہین آکالمشروعیتہ باصلہ وانکان غیر مشروع بوصفہ - واللہ اعلم ۱۸ - ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ -

ادائے زکوۃ بذریعہ منی آرڈر

سوال - منی آرڈر کے ذریعہ سے کسی فقیر کو زکوٰۃ بھیجنے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہین وجہ شک یہ ہے کہ فقہا نے تو یہ تصریح کی ہے کہ کافر کو وکیل بنانا ادائ زکوٰۃ مین جائز ہے مگر یہان اہل ڈاک خانہ صرف وکیل ہی نہین بلکہ یہ عقد داخل قرض ہو کر یہ صورت قرار پائی کہ کافرمیون سے یون کہا کہ ہمارا یہ قرض زید کو دیدینا اور دل مین یون نیّت کی کہ ہم زکوٰۃ مین دلاتے ہین لہذا مسئلہ دو وجہ سے مشکوک ہوا ایک تو یہ کہ حوالہ سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہین دوم کافر کے اسطرح دینے سے زکوٰۃ جائز ہوگی یا نہ آجکل مدارس مین اسکا بہت دستور ہے -

الجواب - فی الدرالمختار مسائل متفرقۃ من کتاب الھبۃ تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ او وصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ ومنہ مالو وھبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط - اس جزئیہ ومنہ مالو وھبت الخ سے معلوم ہوا کہ صورت تسلیط مین بالفعل تملیک ہوتی ہے ورنہ صحت کو تسلیط سے معلق نہ کیا جاتا کیونکہ قبض حسی کے وقت تو صحت ہبہ مین کوئی تردد ہی نہین پھر اُس مین ترجیح صحت کے کوئی معنی نہین اس سے ثابت ہوا کہ خود تسلیط تملیک ہے گو قبل القبض اس تسلیط سے عزل جائز ہو لعدم تمام العقد کما لو قال وھبت ولم یقل الاخر قبلت یصح رجوعہ ومع ذلک ھو تملیک ویصح نیۃ الزکوٰۃ عندہ وان لم ینو وقت قبول الموھوب لہ پس جب تسلیط تملیک ہے اور تملیک کے وقت نیت ادائ زکوٰۃ کافی ہے اور منی آرڈر بھیجنے مین یقیناً تسلیط ہے لہذا روانگی منی آرڈر کے وقت نیت کافی ہے اب دونون وجہ شک کی جاتی رہین کیونکہ یہان حوالہ سے زکوٰۃ ادا نہین ہوئی اور نہ کافر کے دینے سے بلکہ مزکّی کی تسلیط سے کما ذکر مفصلاً فقط واللہ اعلم - ۱۸ - ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ -

ضرورت نیت در ادائے زکوٰۃ

سوال - زکوٰۃ مین تصریح ہے کہ ادائ زکوٰۃ کے وقت اگر نیت نہ کی ہو تو جب تک مال قبضۂ فقیر مین باقی ہے زکوٰۃ کی نیت کر لینا جائز ہے کسی نے زوجہ کو مہر دیا لیکن دیتے وقت

نیت نہ کی تو کیا اسی پر قیاس کر کے قیام مال فی ید ھا تک نیت کرنا جائز ہے اور نیت لاحقہ سے بھی مہر ادا ہو جاویگا یا پھر دینا پڑے گا۔

الجواب۔ جب دینے کے وقت کچھ نیت نہیں کی تو ظاہر ہے کہ یہ تملیک ہبہ ہوئی ادائے دین نہیں ہوئی اور در مختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ ہونے کے بعد مہر نہیں بنتا فی باب المہر منہ ولو بعث الی امرءتہ شیئا ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر فلو ذکر جہۃ کقولہ شمع او حناء ثم قال انہ المہر لم یقبل نیتہ لوقوعہ ھدیۃ فلا ینقلب مہرا الخ قلت علله بوقوعہ ھدیۃ ووقوعہ ھدیۃ یکون بان کرقضاء وبلا ذکرہ دیانۃ فلما لم ینو کونہ من المہر وکان کونہ مھرا متوقفا علی ھذہ النیۃ دیانۃ وقع ھدیۃ فلا ینقلب مھرا۔ بخلاف زکوٰۃ کے کہ خود زکوٰۃ بھی تبرع ہے اور ہدیہ بھی تبرع یہاں تبرع کا انقلاب غیر تبرع کی طرف لازم نہیں آتا اسلیئے زکوٰۃ ادا ہو جاویگی اور مہر ادا نہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

حلت خاکستر عقرب

سوال۔ خاکستر عقرب کا استعمال اکلاً جائز ہے یا نہیں جب وہ جلکر خاک ہو گیا تو بوجہ قلب ماہیۃ جائز ہونا چاہیئے کالخمر المتخلل وغیرہا۔

الجواب۔ جائز ہے لما ذکر فی السوال فقط واللہ اعلم ۔۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

شمار روپیہ از اشیاء غیر منقسمہ

سوال۔ روپیہ اشیاء غیر منقسمہ میں سے ہے یا منقسمہ سے یعنی دو شخصوں کو ہبہ کرنا درست ہے یا نہ چونکہ چاندی آجکل ارزان ہے لہذا روپیہ بیچ سے تقسیم کر دینے سے وہ نفع نہیں رہ سکتا لہذا یہ بھی غیر منقسم ہوا لیکن اگر چاندی گران ہو جاوے تو کیا اُسوقت حکم بدل جاویگا۔

الجواب۔ روپیہ اشیاء غیر منقسومہ سے ہے خواہ چاندی ارزان ہو یا گران کیونکہ اُس کا نفع موضوع لہ باقی نہیں رہتا وھو المراد ببقاء نفعہ او عدمہ در مختار میں جزئیاً مذکور ہے (فروع) قبیل باب الرجوع فی الھبۃ وھب لرجلین درھما ان صحیحا صح وان مغشوشا لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض فقط واللہ اعلم۔

حرمت اسبال ازار مطلقاً

سوال۔ زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اُس وقت ہے جبکہ براہ تکبر و خیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبراً نہ ہو بلکہ محض خوبصورتی اور زینت کیلیئے ایسا کرے تو جائز ہے اور زینت محض امر ذوقی ہے ایک ہی امر ایک کو پسند ہوا

ہے اور دوسرا ناپسند کرتا ہے اختلافِ ملک واختلافِ رواج کی وجہ سے بہت فرق ہو جاتا
ہے جسطرح نصف ساق تک کا پائجامہ اور اس سے بھی اونچا بُرا لگتا ہے اسی طرح مافوق الکعبین
بہ نسبت ماتحت الکعبین کے ابناء زمان کی نظر مین بُرا لگتا ہے صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے
نیچا پہنتے ہین رہا کبر وتفاخر سو دو چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہین ہو سکتا بلکہ زینت
وپسندیدگی اس کی باعث ہے چنانچہ احادیث مین اکثر یہ قید مذکور ہے من جر ازارہ خیلاء
وغیرہ خیلا کی قید ضرور ہے اور جو حدیثین مطلق ہین جیسے ما اسفل من الکعبین ففی النار
وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی مقید پر محمول ہین اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اُس وقت
ہے جب مطلق ومقید دونون دو واقعہ پر آئے ہون جیسے کفارہ قتل وکفارہ ظہار اور
اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہو جاتا ہے جیسے کفارۂ قسم کا قراۃ
ابن مسعود متتابعات کے ساتھ مقید ہو جانا نیز اسکے مؤید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما اسفل
من الکعبین کی وعید بیان کی اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ تو حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ میری ازار لٹک پڑتی ہے الا ان اتعاھد تو حضرت
نے فرمایا انک لست ممن تفعلہ خیلاء رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ پس اگر مطلقاً جر ازار
ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء ہی کی صورت مین ہے اور
بلا اسکے جائز ہے۔ اِس شبہہ کا حل مطلوب ہے۔

الجواب۔ فی نور الانوار بحث عدم حمل المطلق علی المقید فی حکم واحد ما نصہ وفی صدقۃ الفطر
ورد نصان فی السبب ولا مزاحمۃ فی الاسباب فوجب الجمع بینہما یعنی ان ما قلنا انہ یحمل المطلق
علی المقید فی الحادثۃ الواحدۃ والحکم الواحد انما ھو اذا وردا فی الحکم للتضاد واما اذا وردا
فی الاسباب او الشروط فلا مضائقۃ فیہ ولا تضاد فیمکن ان یکون المطلق سببا باطلاقہ والمقید
سببا بتقییدہ الخ اور ما نحن فیہ مین حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اُسکے
ہین یہان مطلق مقید پر محمول کرنیکی کوئی وجہ نہین پس مطلق جر کو بھی حرام کہینگے اور جر للخیلاء کو بھی
البتہ دونون حرمتون مین اگر کسیقدر تفاوت مانا جاوے تو گنجایش ہے کیونکہ ایک جگہ ایک
منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور

خیلاء کا پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخراً ایسا کرتے تھے اسلیے حرمت اسی کی ہوگی بلا دلیل ہے کیونکہ خصوصِ مورد سے خصوصِ حکم لازم نہیں آتا جبکہ الفاظ مین عموم ہو ویتفرع علیہ کثیر من الاحکام الفقہیۃ رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا میرے نزدیک اُس حدیث کے معنی یہ ہین کہ انک لست تفعلہ بالاختیار والقصد چنانچہ الا ان اتعاھدہ اسکی دلیل ہے کہ بلا قصد ایسا ہوجاتا تھا اور اُسی کا حضور نے جواب دیا ہے رہا للخیلاء کی قید یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر جو لوگ اس فعل کو باختیار کرتے ہین وہ براہِ خیلاء کرتے ہین پس حدیث مین اطلاق سبب یعنی فعلہ بالخیلاء کا مسبب یعنی فعل بالاختیار پر ہوا ہے وھو شائع فی الکلام ای شیوع فقط واللہ اعلم - ۱۰ - ربیع الاول ۱۳۲۲ھ -

بیان میراث در اسباب خریدکردہ میت برائے غرض خاص

سوال - ترکۂ ماموں صاحب مین کئی قسم کی چیزین ہین ایک خاص اُن ہی کے استعمال کے لائق جیسے مردانہ کپڑے وغیرہ یہ تو یقیناً منقسم بین الورثہ ہونگے دوم خاص زنانی چیزین جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ تو یہ زوجین مین جو جسکے قبضہ مین ہے غالباً اُسی کی مِلک قرار دی جائے اور وراثت جاری نہ ہو - سوم اثاث البیت جیسے لوٹا پتیلی صندوق تخت چارپائی وغیرہ اسبابِ خانہ داری قسم ثالث کا یہ حال ہے کہ زوجین مین جو چیز جسکے پاس ہے وہی اُس کے اوپر قابض ہے یہ بھی داخل ترکہ ہے یا نہین کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ جو کچھ اسباب واثاث البیت حیات مین زوجین کو دیئے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا کچھ زنانے تھان زوجۂ اولی کے پاس بغرض نکاح احقر تھے اُنکا کیا حکم ہے - ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت مین انکا لینا درست ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار باب التحالف اختلف الزوجان فی متاع فی البیت فالقول لواحد منھما فیما صلح لہ مع یمینہ والقول لہ فی الصالح لھما وان مات احدھما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل فالقول فیہ للحی اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر صورت مین قول ذی الید کا مع الیمین معتبر ہے قسم ثالث صالح لہما مین داخل ہے پس وقت اختلاف کے ہر زوجہ کے پاس جو چیز ہے اُس کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اگر وہ دعوی کرین کہ ہمکو ہبہ کردیا تھا تو مع الیمین اس مین اعتبار کیا جاویگا اگر یمین سے انکار کیا تو ترکہ مین داخل ہوگا اور جو زنانے تھان بغرض نکاح مین خرچ

ممانعت پایہائے نقرئی

کرنے کے زوجہ اولی کے پاس ہین وہ متوفی کی ملک ہین اُن کو نکاح کے لئے خریدنا دلیل ہے کہ کسی کو ہبہ نہین کئے لہذا وہ بھی داخل ترکہ ہین سب ورثہ پر منقسم ہونگے فقط - واللہ اعلم - ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

سوال - چاندی کا پلنگ جو اکثر جہیز مین دیا جاتا ہے جسکے پایہ پتلی چاندی سے منڈھے ہوئے ہوتے ہین اس کا استعمال جائز ہے یا نہین بوقت استعمال بدن سے تو چاندی الگ رہتی ہے البتہ پایہ پر اگر کوئی بیٹھے تو جائز نہونا چاہئے -

الجواب - مفضض و مذہب یا مضبب کو جو امام صاحب نے بشرط اتقاء موضع ذہب و فضہ جائز فرمایا ہے مراد اُس سے وہ ہے جس مین فضہ یا ذہب متفرق مواضع مین لگا ہو دلیل اس کی شرط مذکور ہے ورنہ اگر ذہب و فضہ بالکل محیط ہو تو اُس مین کوئی جز ایسا نہ ہوگا جس کے استعمال کے وقت اتقاء فضہ و ذہب ممکن ہو چنانچہ ظاہر ہے لہذا چاندی کے پائے جو متعارف ہین کسی طرح جائز نہین فقط - واللہ اعلم - ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

حکم چوب و خشت در قبر

سوال - آج کل قبر مین لکڑی رکھنے کا علی العموم دستور ہے حالانکہ فقہاء نے آجر اور خشب دونوں کو ممنوع لکھا ہے البتہ بانس کی اجازت دی ہے اور علت ممانعت استحکام بیان کی ہے تو کیا یہ عمل مروج ناجائز ہے اس کی ممانعت کرنی چاہئے - نیز اس علت پر پتھر رکھنا بھی درست نہ ہونا چاہئیے جو کہ کانپور مین رواج پاتا جاتا ہے نیز بانس مین بھی مثل خشب ہی کے استحکام ہے اسکو اس حکم سے کیون مستثنے کیا -

الجواب - فی الدر المختار و الخشب لو حول المیت اما فوقہ فلا یکرہ - ابن ملک اس سے معلوم ہوا کہ خشب کا اوپر رکھنا جائز ہے جیسا آج کل اوپر ہی رکھنے کا دستور ہے البتہ میت کے پہلو مین جس جگہ لحد پر کچی اینٹ لگائی جاتی ہے وہان خشب نہ چاہئے ظاہر الروایت تو یہی ہے اور خشب اور حجر ایک حکم مین ہین لہذا اُس کا بھی یہی حکم ہوگا رہا فرق قصب اور خشب مین کہ حول میت خشب مکروہ ہے نہ قصب ظاہر ہے کہ خشب استحکام بناء کے لئے ہے قصب گو بناء مین کام آتا ہے مگر اُس سے استحکام نہین ہوتا جیسا ظاہر ہے اور بعض لوگون نے کراہت کو صرف آجر کے ساتھ خاص کیا ہے کما قال العینی فی حاشیۃ الہدایہ علی قولہ ثم

بالآجر اثر النار فتکرہ تغ اولا ما نضہ اشارۃ الی انہ فرق بعضہم فی الآجر والخشب فی التعلیل فکرہ الآجر دون الخشب اھ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ خشب محل میت بھی جائز ہے اور حجر کا حکم خشب مین ہونا اوپر معلوم ہوتا ہے اور اس تعلیل کا بھی مقتضیٰ یہی ہے فقط۔ واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

اکتفاء زنان بر تر کردن موے سر در غسل

سوال۔ جس وقت نہانا فرض ہوا اُس وقت عورت کے بال کُھلے ہوئے تھے پھر گوندھ لیے اس صورت مین تو نہاتے وقت صرف جڑون کا تر کرنا کافی نہ ہوگا اور چوٹی کھول کر نہانا واجب ہوگا نیز حیض سے نہاتے وقت اصول شعر کا تر کر لینا اور بالو نکا نہ بھگونا بھی غالباً کافی ہے غسل جنابت مین اور اس مین غالباً کوئی فرق نہین۔

الجواب۔ فی الہدایہ ولیس علی المرءۃ ان تنقض ضفائرہا فی الغسل اذا بلغ الماء اصول الشعر اس سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل کے وقت اگر بال مضفور ہون تو کھولنا واجب نہین خواہ حدث کے وقت مضفور ہون یا نہ ہون دوسرے مطلق غسل کا یہ حکم ہے خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ہو فقط۔ واللہ اعلم۔

حکم دعوی تمکن

سوال۔ کسی نے دوسرے سے کہا مسجد مین گلگلے کیون رکھنے گئے تھے کیا اللہ میان وہان بیٹھے تھے اُسنے کہا ہان کیا یہ کلمہ کفر ہے اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔

الجواب۔ غالباً مقصود قائل کا تمکن وتحیز کا عقیدہ نہین نہ انکار ہے نصوص علی العرش وغیرہ کا اسلئے کفر نہین دعویٰ تمکن کو فقہاء نے بناء علی انکار النص کفر کہدیا ہے واذ لیس فلیس فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہو جاتی ہے یا نہین مثلاً کسی نے کہا ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کردین اور صدقہ کردین شاید اُس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جاوے یا یون کہا کہ ہم ہر مہینے دو چار مسکین کھلا دیا کرینگے تو اس سے نذر ہوگی یا نہین اُردو مین نذر کا صیغہ کیا ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار والایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین ومالا فلا اور نذر حکم یمین مین ہے چنانچہ علی المنذر صیغہ ایمان سے در مختار مین لکھا ہے اس بناء پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہین اُن سے نذر منعقد ہوگی اور جو صیغے عرفاً اس میں مستعمل

نہین ہین اُن سے نذر نہوگی اس لیئے صیغہ اول کہ ہمارا ارادہ ہے الخ نذر نہین ہے اور دوسرا صیغہ کہ ہم ہر مہینے الخ نذر ہے واللہ اعلم - ۱۰ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

انتفاع بجزو عقیقہ

سوال - عقیقہ کی کھال سے بھی مثل قربانی کے عقیقہ کرنیوالا خود منتفع ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز بنوا کر اپنے کام مین لاوے یا نہین اور بعد فروخت کرنیکے قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہے یا نہین

الجواب - چونکہ شرائط واجبہ فی الاضحیہ عقیقہ مین محض مستحب ہین اسلیئے تصدق بالقیمت بھی مستحب ہوگا اور انتفاع بالجلد کے جواز مین کوئی شبہ نہین فقط - واللہ اعلم -

کراہت پائجامۂ چوڑی دار

سوال - چوڑی دار پائجامہ جو شائقین اور باشون مین مروج ہے جبکہ بوتام لگا کر ٹخنے سے اوپر رکھا جاوے جائز ہونا چاہیئے عدم جواز کی کیا دلیل ہے اسراف تو کہہ نہین سکتے کیونکہ بغرض زینت اگر کچھ کپڑا زائد لگجاوے تو اسراف مین داخل نہین ورنہ لکھنوٴ ازنانہ پائجامہ بھی ناجائز ہونا چاہیئے حالانکہ اُس مین اگر قباحت ہے تو صرف اتنی کہ تستر پورے طور پر نہین ہوتا چلنے مین ران اور ساق کھل جاتی ہے کپڑا زیادہ لگنا وجہ ممانعت نہین ہے ورنہ کابلیون کا پائجامہ بھی ممنوع ہونا چاہیئے اور مردون کا لنبا کرتا اچکن بھی ممنوع ہو کہ اُس سے کم لنبا چوڑا بن سکتا ہے

الجواب - چونکہ اس مین تشبہ بالفساق ہے اس لیئے مکروہ ہے جیسا ایک حدیث مین ہے کہ ایک بزرگ نے ایک امیر پر خطبہ مین انکار کیا تھا یلبس ثیاب الفساق حالانکہ وہ صرف باریک کپڑا پہنے تھا جو فی نفسہ مباح ہے مگر اُسوقت ثیابِ رقیقہ شعار فساق کا تھا کذٰا اھذٰ فقط - واللہ اعلم -

[illegible]

سوال - ایک شخص نے اپنی جائداد موروثی سکنی و زرعی کو مختلف اوقات مین اپنی بہن حقیقی کے جس کی عمر اب زائد از بتیس ۳۲ سال اور خاوند اور اطفال والی ہے موجودگی اور علم کی حالت مین بذریعۂ بیع جائز اپنے عزیز رشتہ دار اور ہمسایون کی طرف منتقل کردی اور عرصہ زائد از گیارہ سال مین ہر ایک مشتری کے مالکانہ تصرف مین زمین مبیعہ اس صورت سے آگئی کہ زمین مسکونہ پر مکانات بنگئے اور زمین مزروعہ پر درخت لگ گئے اور کاشت کی آمدنی وصول کرتے رہے بالفعل بائع جائداد مذکور نے اپنی بہن حقیقی کے ساتھ بوجہ بدنیتی

اور طمع فاسد کے سازش کر کے دعوے وراثت شرعیہ کا کرایا اور تمادی قانونی سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اپنی بہن مدعیہ کی عمر بست ۲۰ سالہ اور اپنی والدہ کے انتقال کو اندر میعاد بارہ سال کے بیان کیا حالانکہ مدعیہ کی عمر زائد از بتیس ۳۲ سال اور اس کی والدہ کے انتقال کو سترہ ۱۷ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مدعیہ کا باوجود پورے طور پر علم بیع ہونے اور تصرف خریداروں کے ایک عرصۂ دراز تک چپ رہنا بجائے اقرار و اعتراف و تسلیم بیع کے ہے یا نہیں چند روایات بغرض استفادہ لکھی جاتی ہیں - باع عقارا وامراته او ولده او بعض اقاربه حاضر یعلم البیع ووقوع التقابض بینهما وتصرف المشتری فی ذلك زمانا ثم ادعی من کان حاضرا عند البیع ان العقار له ولم یکن للبائع لا تسمع دعوی المدعی لان حضوره عند البیع و ترك المنازعة اقرار منه انه ملك للبائع وقیل سکوته فی هذه الحالة کالافصاح بالاقرار دلالة قطعا للاطماع الفاسدة لاهل العصر فی الاضرار بالناس وفی الجامع الصغیر سکوت المالك فی ما اذا باع رجل ملکه وهو حاضر لا یکون رضا بالبیع وهذا فی غیر الاقارب (خزانة المفتین) باع شیئا وزوجته او بعض اقاربه حاضر ساکت ثم ادعاه لا یسمع واختار القاضی فی فتاواه انه یسمع فی الزوجة لا فی غیرها واختار ائمة خوارزم ما ذکرناه بخلاف الاجنبی فان سکوته وقت البیع والتسلیم لا یکون رضی من البزازیه فی نکاح البکر السکوت کالافصاح فی ثلثین مسئلة مذکورة فی العمادیة وجامع الفصولین وغیرهما الاولی سکوت البکر عند تزویجها الثانیة الثالثة الی ان قال الثانیة والعشرون سکوت القریب عند بیع عقار بحضرة وکذا سکوت احد الزوجین الثالثة والعشرون سکوت من رای غیره یتصرف زمانا فی ثم ادعی انه ملکه الرابعة والعشرون سکوت المالك اذا رای غیره یبیع متاعه الخ کذا فی الفتاوی الظهیریة من الفوائد الزینیة لابن نجیم -

الجواب - فی الشامیه عن الاشباه (۲۴) سکوته عند بیع زوجته او قریبه عقارا اقرار بانه لیس له علی ما افتی به مشائخ سمرقند خلافا لمشائخ بخارا فلینظر المفتی ای کالاختلاف التصحیح کما سیذکره الشارح لکن المتون علی الاول فقدمه نبی علیه فی الکنز والملتقی اخر الکتاب فی مسائل شتی واحترز بالبیع عن نحو الاجارة والرهن (۲۵) راه یبیع عرضا او دارا فتصرف فیه المشتری

زماناً وهو ساكت تسقط دعواه اى ان الاجنبى كالجار مثلاً لا يجعل سكوته مسقطاً لدعواه بمجرد رؤية البيع بل لا بد من سكوته ايضاً عند رؤية تصرف المشترى فيه زرعاً وبناءً بخلاف الزوجة والقريب فان مجرد سكوته عند البيع يمنع دعواه آه وفيها ايضاً عن البزازية فى آخر الفصل الخامس عشر من كتاب الدعوىٰ اذا باع عقاراً وامرأته او ولده حاضر ساكت الى ان قال بعد حكاية اختلاف الفتوىٰ ما نصه وفى الفتاوى يتأمل المفتى فى ذلك فان راى المدعى الساكت الحاضر ذا حيلة افتى بعدم السماع لكن الغالب على اهل الزمان الفساد فلا يفتى الا بما اختاره ائمة خوارزم اه وفيها ايضاً قلت لكن لا يلزم من غلبة الفساد ان لا يوجد من يعلم حاله بالصلاح وعدم التزوير تامل اه - اِن روایات سے چند اُمور معلوم ہوئے

(۱) یہ حکم کہ بیع کے وقت زوجہ یا کسی عزیز قریب کا سکوت کرنا گویا اُن کا اقرار ہے کہ مبیع ملک بائع ہے یہ حکم اصلی نہین ہے بلکہ معلل ہے علت کیساتھ کہ قرینۂ تسلیم ہے۔

(۲) یہ کہ مختلف فیہ ہے

(۳) یہ کہ جنھون نے اِس کی تصحیح کی ہے بوجہ عارض یعنی غلبۂ فساد زمان کے کی ہے۔

(۴) چونکہ فساد غالب ہے اسلیئے مناسب اسی پر فتویٰ دینا ہے۔

(۵) یہ کہ اگر قرائن قویہ سے مدعی کی صلاحیت معلوم ہو جاوے تو اس پر فتویٰ نہ ہوگا۔

مین کہتا ہون کہ اِن اُمور خمسہ ثابتہ سے لازم آگیا کہ اگر مشتری کو قرائن و شہادت قلب سے معلوم ہو جاوے کہ بائع قرابت دار مدعی کا واقع مین اِس بیع مین حق ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اُس کا سکوت وقت بیع کے کسی لحاظ و دباؤ سے تھا اجازت و اذن بطیب خاطر سے نہ تھا تو اس صورت مین اُس کا وہ سکوت اقرار بملک بائع سمجھا جائیگا اور اگر حق ثابت ہوا اور اسکوت کسی دباؤ سے نہ ہو تو سکوت گو اقرار بملک بائع نہ ہو گا مگر اجازت بیع الفضولی ہوگی جو موجب نفاذ بیع و قاطع حق مدعی ہے اس تفصیل سے سوال کے شقوق کا جواب ہوگیا - فقط واللہ اعلم ۱۴ - جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ -

مردانہ جوتہ پہننا عورتون کا

سوال - مردانہ چڑھوان جوتہ عورتون کو پہننا کیسا ہے بعض دیار مین علی العموم رواج ہے کہ عورتین بھی علی العموم مثل مردون کے وہی جوتہ پہنتی ہین جو ایڑی کی طرف زیر پائی کی

طرح جیتا ہے اور چپتا نہین ہوتا بلکہ جیسا مردون کا جوتا ویسا ہی وہ بھی اول تو مجھے ناجائز ہی ہونے کا خیال ہوا کیونکہ عورتون کو لباس وغیرہ مین مردون کی مشابہت پیدا کرنے کی حدیث شریف مین وعید آئی ہے لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب مولانا مرحوم مغفور کے یہان سب یا اکثر عورتین اور لڑکیان بھی مردانہ جوتہ پہنتی ہین اور مولانا مرحوم نے کبھی منع نہین فرمایا اُس وقت سے یہ رائے سُست ہوگئی لیکن ابھی تک کچھ اطمینان نہین ہوا مین نے جو ایک آدھ کو منع کیا تو یہ کہا گیا کہ اِس مین پَیر کو آرام زیادہ ملتا ہے اور چلنے مین نکل نہین جاتا اور اِسمین چلتے وقت خاک اور چھینٹین بھی نہین اُڑتین اسلیئے ایسا پہنا جاتا ہے اور زیر پائی مین ایڑی کو تکلیف ہوتی ہے۔

الجواب۔ اسلیے رواج مین ایسا عموم نہین ہوا کہ دیکھنے والون کو منکر اور موجب تشبہ معلوم ہوتا ہو اسلیے تشبہ مین ضرور ہے کسی بزرگ کا منع نہ کرنا حجت شرعیہ نہین رہا تکلیف ہونا سو اسکی اصلاح و ترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے رہا چھینٹ وغیرہ کا پڑنا سو اسکی احتیاط بھی دشوار نہین۔ فقط

سوال۔ نہی عن صفقتین فی صفقۃ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض اُمور ناجائز معلوم ہوتے حالانکہ بکثرت خاص و عام مین شایع ہین۔

مثلاً گھڑی کی مرمت کہ ٹوٹے ہوئے پرزہ کو نکال کر صحیح پُرزہ لگا دیگا تو اُس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ۔

(۲) چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے نہ دینا اسمین بان کی بیع ہے اور بُننے کا اجارہ۔

(۳) سقاء سے پانی لینا کہ جب اُس نے کنوے سے پانی نکال کر اپنے ظرف مین لیا تو اُسکی ملک ہوگیا سو پانی کی بیع ہوئی اور وہانسے لانیکا اجارہ۔ نیز بیع مالیس عندہ بھی ہے۔

(۴) کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا کہ نگینون کی بیع ہے اور لگانے کا اجارہ وغیر ذلک من المعاملات الرائجۃ۔

الجواب۔ تعامل کی وجہ سے کہ بلا نکیر شائع ہے جو ایک نوع کا اجماع ہے یہ سب معاملات جائز ہین پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہاء نے صباغی و خیاطی مین اسکی اجازت

تحقیق نہی عن صفقتین فی صفقۃ

وراثت شدن ولد الزنا از مادر خود

دی ہے کہ صبغ اور خیط صائغ کا ہوتا ہے اور اُسمین اجارہ بھی ہوتا ہے وھذا ظاھر جدا۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال - ولد الزنا کو اپنی ماں کی طرف سے تو غالباً ضرور میراث ملیگی البتہ باپ کی طرف سے بوجہ غیر ثابت النسب ہونے کے میراث نہ ملیگی اور غیر ثابت النسب ہونے کا غالباً یہی مطلب ہے کہ باپ سے نسب ثابت نہین ماں سے تو ثابت ماننا پڑیگا جو رائے عالی ہو ارشاد فرمادین؟

الجواب - ماں سے ثابت النسب بھی ہے اور میراث بھی پاویگا فی الدر المختار ولد الزنا یورث من توءم لمن قبل الام اولیٰ۔ واللہ اعلم - ۱۰ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

عدم ثبوت علم محیط غیر متناہی از ادلّہ قطعی برائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر الوریٰ اشرف علی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین جو آیات واحادیث وارد ہین وہ تین قسم کی ہین ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہین - دوسری وہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہین اور ان دونون قسمون مین کسی کو کوئی کلام نہین اور یہ امر کہ وہ بالمعنی الاعم علم غیب کہا جاوے گا یا بالمعنی الاخص علم غیب نہ کہا جاوے گا محض تفاوت اصطلاح ہے قابل التفات نہین اور ایہام سے احتراز واجب ہونا یہ مسئلہ فقہیہ ہے جو اس بحث سے خارج ہے اگرچہ فی نفسہ یہ حکم وجوب صحیح ہے - تیسری قسم وہ جو محتمل ایجاب کلی وایجاب جزئی دونون کو ہے اور اسی قسم مین کلام ہے جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہین وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہین اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھیراتے ہین اور جو لوگ باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہین وہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہین اور یہی ملخص ہے نزاع کا اب بتوفیقہ تعالےٰ یہ احقر سائلانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلی بوجہ احد المحتملین ہونے کے قطعی الدلالۃ نہین ہے تو مقام اثبات عقائد مین جو دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالت پر موقوف ہے اس سے کب استدلال صحیح ہوگا بخلاف ارادۂ ایجاب جزئی کے کہ وہ اپنا تو عین ہی ہے اور ایجاب کلی کیلیے لازم ہے تو وہ ہر حالت مین متیقن ہوا اور ثانیاً مدعیانہ کہتا ہے کہ ایجاب کلی پر حمل کرنا باطل ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ ایجاب کلی مین بحصر عقلی تین احتمال ہین یا اس ایجاب

کے زمانۂ نسبت کو سلب جزئی کے زمانۂ نسبت سے معیّت ہوگی یا تقدم ہوگا یا تاخر ہوگا اور تینون باطل ہین کیونکہ اگر معیّت مانی جاوے تو اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اسلئے کہ موجبۂ کلیہ و سالبۂ جزئیہ باہم متناقض ہوتے ہین اور اگر تقدم مانا جاوے تو لازم آتا ہے کہ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب علوم عطا فرمادئے گئے ہون پھر بعد مین بعض علوم نعوذ باللہ سلب کرلئے گئے ہون سو اول تو یہ امر عقلاً شنیع ہے ثانیاً مقتضائے رب زدنی علما کے مخالف ہے ثالثاً خود عقیدۂ خصم کے بھی خلاف ہے اور اگر تاخر مانا جاوے جیسا رفع اجتماع النقیضین کیلئے خصم کا عذر ہے تو یہ روایات صحیحہ کے مصادم ہے جن سے بعض مواد تحقق سلب جزئی کا تاخر زمانۂ نسبت قضایا محتملۂ ایجاب کلّی سے یقیناً معلوم ہوتا ہے جیسا متتبع روایات سے ماہر پر ظاہر وباہر ہے بالخصوص بعض روایات مفیدۂ سلب جزئی کہ اُس مین احتمال عقلی بھی نہین ہوسکتا کہ زمانۂ حکم ایجاب کلی کو اُس سے تاخر ہو مثلاً یہ حدیث صحاح کی کہ قیامت مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگون کو حوض کوثر کی طرف بلاوینگے ملائکہ عرض کرینگے انک لا تدری ما احدثوا بعدک اسمین جملہ لا تدری الخ مفید ہورہا ہے سلب جزئی کو اور چونکہ یہ واقعہ قیامت کا ہے اسمین احتمال عقلی بھی نہین کہ زمانۂ ورود روایات محتملۂ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو جیسا ظاہر ہے پس جب ایجاب کلی کے تینون احتمال معیّت و تقدم و تاخر کے باطل ہوئے تو ایجاب کلی باطل ہوا اور دوسرا محتمل یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھیرا اور یہی مذہب ہے ثقات کا اور اس مذہب پر تمام نصوص باہم متطابق و متوافق و متظافر و متظاہر رہینگی کیونکہ ایجاب جزئی و سلب جزئی باہم متناقض نہین ہوتے اور اِس پر کوئی اور محذور بھی لازم نہین آتا اسلئے مذہب ثقات کا ثابت اور مذہب مثبتین کا منفی ہوگیا اور یہی مطلوب تھا والحمد للہ تعالے علی ذلک فقد جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ کتب بالغدس یوم الفطر سنہ ۱۳۲۳ھ فی بلدۃ بریلی۔

بعض طعن بر حضرت معاویہ رضہ 1

سوال — زید کہتا ہے کہ مین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بد عقیدہ ہون اور کسی طرح جی نہین چاہتا کہ اُنکے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہون مگر اب تک کہا ہے اور کہتا ہون اور کہونگا زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ تھے تو صحابی مگر دل مین سلطنت کی محبت رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسیطرح سلطنت یا خلافت میرے ہی خاندان مین رہے اسی بنا پر اُنھون

نے اپنے بیٹے یزید سے کہدیا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مار ڈالنا پھر زید اس خبر
جملہ کے خلاف ایک یہ روایت بیان کرتا ہے کہ اُنھون نے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے
حضرت امام حسین رضؓ کے مار ڈالنے کو یزید سے نہین کہا تھا۔ غرض زید مختلف روایتین بیان
کرتا ہے اور غالباً اول روایت کو صحیح جانتا ہے زید اپنے خیالات کی تائید مین یہ بھی پیش کرتا
ہے کہ شمس التواریخ کے مصنّف نے بھی اپنی تصنیف مین جا بجا حضرت امیر معاویہ پر طعن کئے
ہین زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ پکّے مسلمان نہ تھے البتہ مرتے وقت
پکّے مسلمان ہو گئے تھے اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید جو اپنے کو سُنّی اور حنفی کہتا ہے تو
اِن عقائد اور خیالات کے رکھنے سے اُسکی سنّیت اور حنفیّت مین کچھ نقصان آتا ہے یا
نہین اور ایسے شخص کے پیچھے نماز وغیرہ پڑھنے مین اور اُس کی محفلون اور جلسون مین بیٹھنے
سے کچھ خرابی تو نہین آتی اور یہ ارشاد فرمایئے کہ اہل سنّت وجماعت کو حضرت امیر معاویہ اور حضرت
ابو سفیان رضی اللہ عنہما سے کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اور شمس التواریخ اور اُس کے مصنّف جو اکبر آبادی
ہین اور غالباً ابھی زندہ ہونگے اسلام مین کیا رتبہ رکھتے ہین آیا اُنکی تصانیف قابل اعتبار ہین یا نہین

الجواب ۔ حدیث مین ہے لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا
ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ متفق علیہ اور حدیث مین ہے اکرموا اصحابی فانھم خیارکم
رواہ النسائی اور حدیث مین ہے لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی رواہ الترمذی
اور حدیث مین ہے فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم رواہ الترمذی
اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ صحابی یقیناً ہین
اسلیئے احادیث مذکورہ اُنکو شامل ہونگی پس اُن کا اکرام اور محبّت واجب ہوگی اور اُن کو بُرا کہنا
اور اُن سے بغض و نفرت رکھنا یقیناً حرام ہوگا اور اُن سے جو کچھ منقول ہے بعد تسلیم صحت نقل
اُن اعمال پر اُنکے حسنات بلکہ خود ایک وصف صحابیت غالب ہے جیسا ارشاد نبوی فلو ان
احدکم الخ اسپر دال ہے اور اسی بنا پر لا تمس النار الخ فرمایا ہے پس جو وسوسہ و خطرہ بلا اختیار
دل مین پیدا ہو وہ عفو ہے اور جو عقیدہ اور تعلق اختیار سے ہو اُس کی اصلاح واجب ہے
اور جو شخص باختیار بدگمانی یا بدزبانی یا بغض و نفرت رکھیگا لا محالہ وہ احادیث نبویہ کا مخالف اور

خارج از اہل سنت وجماعت ہے جیسا کتب اہل سُنت سے ظاہر ہے اسلیئے اُس کی امامت بھی مکروہ ہے اور اختلاط بلا ضرورت ممنوع فی شرح العقائد النسفیہ وما وقع بینھم من المنازعات والمحاربات فلہ محامل وتاویلات فسبھم والطعن فیھم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر کقذف عائشۃ رضی اللہ عنہا والا فبدعۃ وفسق اھ شمس التواریخ نظر سے نہیں گذری نہ مصنف کا حال معلوم واللہ اعلم۔

جواز تربع در مسجد

سوال۔ زید کہتا ہے کہ مسجد مین چار زانو بیٹھنا سخت بے ادبی ہے اور سخت بے ادبی ہونیکی وجہ سے ناجائز ہے حتی الامکان دو زانو بیٹھے اور مجبوری سے چار زانو بیٹھنے کی اجازت ہوسکتی ہے اور جو شخص چار زانو بیٹھتا ہے خواہ خالی بیٹھے یا کچھ قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کیلئے بیٹھے تو زید اُس سے ناراض ہوتا ہے اور اُس کو ملامت کرتا ہے علی ہذا القیاس اسطرح بیٹھنے کو سخت گستاخی سمجھتا ہے کہ آدمی مسجد مین بعد نماز اپنے داہنے پانوٗن کو کھڑا کرلے اور بائین پانوٗن کو جو قعدہ مین بچھا تھا بچھا رکھے علی ہذا القیاس اسطرح بیٹھنے کو بھی ناجائز بتاتا ہے کہ آدمی اپنے سُرین اور دونون قدمون پر بیٹھے اور دونون پنڈلیون کو دونون ہاتھون کے حلقے مین لے لے خلاصہ یہ ہے کہ زید دو زانو بیٹھنے کے سوا مسجد مین ہر نشست کو بے ادبی کے سبب ناجائز بتاتا ہے بلکہ مسجد کے باہر بھی قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کیوقت دو زانو بیٹھنے کے سوا ہر نشست کو جناب باری جل جلالہ مین بے ادبی وگستاخی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رح مسجد مین ایک بار اپنی سرین اور دونون قدمون پر بیٹھے تھے کہ جناب باری جل جلالہ کی طرف سے عتاب ہوا اور غیب سے آواز آئی کہ او ثور (بیل) یہ کیا بے ادبی وگستاخی ہے اسی دن سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ثوری کا لفظ اضافہ ہوگیا۔ عمرو کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز صبح چار زانو بیٹھتے تھے اور طلوع آفتاب تک چار زانو ہی بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی مین مشغول رہتے تھے جب آفتاب بلند ہوتا تو دو رکعت یا چار رکعت نماز اشراق ادا فرماتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار زانو بیٹھنا بھی مسنون ہے نہ بے ادبی و گستاخی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اللہ جل شانہ کا ادب اور خوف کسی کے دل مین نہین ہوسکتا جب آپ نے یہ نشست اختیار فرمائی تو صاف ظاہر ہے کہ اسمین

عین ادب ہے نہ کہ گستاخی وبے ادبی۔

علی ہذا القیاس محرین اور قدمون پر بیٹھنا بھی بعض احادیث مین آیا ہے البتہ نماز مین بلاعذر اسطرح بیٹھنا ضرور خلاف ادب ہے خارج نماز بعض اوقات اسطرح بیٹھنا مسنون ہے علی ہذا القیاس بعد نمازہ داہنا پاؤن کھڑا کر لینا بھی بعض اکابر سے ثابت ہے جو کم از کم جائز ضرور ہے اور کسی طرح قابل ملامت نہین رہا حضرت سفیان ثوری کا قصہ بے بنیاد ہے سند صحیح سے ثابت نہین کتب تصوف سے بھی معلوم ہوتا ہے چارزانو بیٹھنا خلاف ادب نہین بلکہ ادب کے موافق ہے کیونکہ تسبیح دوازدہ کے وقت اوّل چارزانو ہی بیٹھتے ہین اور رگ کیماس کو دبا کر ضربین لگاتے ہین اگر یہ نشست اللہ تعالیٰ کو مبغوض وناپسند ہوتی تو اہل تصوف جو کہ کمال ادب باری جل جلالہٗ کا ہر وقت ملحوظ رکھتے ہین کبھی اس کو اختیار نہ فرماتے پھر لطف یہ کہ اول ہی مین اختیار فرماتے ہین یہ بھی نہین کہ آرام لینے کی غرض سے آخر مین چارزانو بیٹھتے ہون اسکے علاوہ قرّاء اکثر چارزانو ہی بیٹھنا پسند فرماتے ہین کیونکہ چارزانو بیٹھنے مین سینہ سے آواز بآسانی نکلتی ہے اور قرآن پڑھنے مین تکلف نہین کرنا پڑتا۔ زید وعمرو کے خیالات ظاہر کرنیکے بعد یہ بات دریافت طلب ہے کہ جو بات صحیح اور موافق حدیث وفقہ وتصوف ہو اُس سے اطلاع فرمایئے تاکہ اُس کے موافق اعتقاد وعمل رکھا جاوے۔

الجواب ۔ عمرو کا قول صحیح ہے۔ حدیث تو سائل نے لکھدی ہے۔ قاضیخان مین ہے و هو کالتربع فی الجلوس والاتکاء قالوا ان کان ذلک علی وجه التجبر یکره وان کان لحاجة ضرورة لا یکره اه قلت ومن الحاجة طلب الراحة۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ محض کسی کا تراشیدہ خلاف نقل وخلاف لغت ہے فی القاموس وثور ابو قبیلة من مضر منهم سفیان بن سعید اور خلاف نحو بھی کیونکہ ثوری پر الف لام آتا ہے الثوری اگر ثوری سکے وہ معنی ہوتے جو زید نے دعویٰ کیا ہے تو اس ترکیب مین اضافت معنویہ ہوتی پھر الف ولام کا داخل ہونا اُسپر کس طرح جائز ہوتا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

سوال ۔ زید ایک مسجد کا خطیب اور امام ہے اکثر اوقات وہی نماز پڑھاتا ہے اور بعض اوقات دوسرون سے پڑھواتا ہے جب یہ خطبہ پڑھنے کیلئے اپنی جگہ سے اُٹھتا ہے تو بعض لوگ اُٹھ

اُٹھ کر اسکو سلام کرتے ہین اور اس سے مصافحہ کرتے ہین اور یہ سلام کا جواب دیتا ہوا اور مصافحہ کرتا ہوا منبر پر جا بیٹھتا ہے آیا طرفین کا سلام و مصافحہ ایسے وقت مین ممنوع و حرام ہے یا نہین اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام سے اسکی ممانعت و حرمت نکلتی ہے یا نہین ظاہر الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ و کلام کی ممانعت ہے نہ سلام و مصافحہ کی لیکن دلالۃ النص کی رو سے یہ کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جب صلوٰۃ کی ممانعت ہے تو سلام و مصافحہ کی بدرجۂ اولیٰ ہوگی یہ اُس صورت مین ہے جب خود زید نماز پڑھانے کو چلتا ہے اور جب وہ دوسرے دن سے پڑھواتا ہے اُسوقت بھی لوگ زید سے سلام و مصافحہ کر کر اپنی جگہون پر آ بیٹھتے ہین البتہ جب خطبہ شروع ہو جاتا ہے تو لوگ ایسا نہین کرتے تاہم اتنا ہوتا ہے کہ اگر زید اثنائے خطبہ مین کسی کی طرف دیکھتا ہے تو دوسرا شخص ہاتھ کے اشارہ سے سلام کر لیتا ہے کیا یہ اشارہ سے سلام کر لینا بھی ممنوع ہوگا ہر ہر صورت کا جواب ارشاد فرمائیے۔

الجواب- اذا خرج الامام مین ایک قول یہ ہے کہ خروج سے مُراد صعود علی المنبر ہے چنانچہ عینی نے حاشیہ ہدایہ مین نقل کیا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے پس اس سے پہلے سلام و مصافحہ درست جائز ہین اور اشارہ چونکہ کلام نہین لہذا وقت خطبہ کے حُرمت مین مثل کلام کے تو نہین ہے مگر چونکہ مشابہ کلام کے ہے اسلئے کراہت سے خالی نہین بالخصوص جبکہ خود سلام کرنا بھی اشارۃً سے مطلقاً ممنوع ہے حدیث مین ہے ومن مس الحصیٰ (ای فی الخطبۃ) فقد لغا رواہ مسلم جب مس الحصی سے ممانعت ہے کیونکہ اسمین مشغولی ہے غیر خطبہ کی طرف تو اشارۂ سلام مین تو اس سے زیادہ مشغولی ہے اور حدیث مین ہے لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالاکف رواہ الترمذی اس سے سلام بالید کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

سلام بر مشتغلین وظائف وغیرہ

سوال- کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب مسجد مین آئے تو باآواز بلند السلام علیکم کہے اور جب مسجد سے جانے لگے اُسوقت بھی باآواز بلند السلام علیکم خواہ مسجد مین کوئی ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی ہو اور نماز مین مشغول ہو یا بعض لوگ نماز مین مشغول ہون اور بعض خالی بیٹھے ہون یا سب کے سب نماز یا اور کسی وظیفہ مین ہون ہر ہر صورت کا جواب ارشاد ہو۔

الجواب - محض غلط ہے بلکہ ایسی حالت مین کہ لوگ اپنی نماز و وظائف مین مشغول ہون سلام کرنا مکروہ ہے فی الدر المختار ؎

سلامک مکروہ علی من ستسمع + ومن بعد ما ابدی یسن و یشرع + مصل و تال ذاکر و محدث + خطیب ومن یصغی الیہم و یسمع + مکرر فقہ جالس لقضائہ + ومن بحثوا فی العلم دعہم لینفعوا + مؤذن ایضا و مقیم مدرس + کذا الاجنبیات الفتیات امنع + واللہ اعلم - ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

مسئلہ سلام در ابتداء کردن بر متکبر

سوال - زید ایک فقیر صورت آدمی ہے جس مجمع مین جاتا ہے خواہ وہ مجمع مسجد مین ہو یا خارج مسجد سلام مین بھی تقدیم نہین کرتا جب لوگ اُسکو سلام کرتے ہین تو ہاتھ یا زبان دونون سے سلام کا جواب دیتا ہے - جب کبھی اتفاق سے کوئی ایسا ہی وجیہ شخص مثلاً عالم یا درویش وغیرہ ملتا ہے تو سلام مین تقدیم کرتا ہے ورنہ نہین ظاہر حال یہی کہتا ہے کہ یہ شخص اپنی فقیری اور عبادت کے سبب لوگون کے سلام کا منتظر رہتا ہے آیا ایسے کو سلام کرنا یا سلام مین تقدیم کرنا شرعاً ممنوع تو نہین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ متکبرین کا سلام یہی ہے کہ اُن کو سلام نہ کرو امام صاحب موصوف کے اس قول پر عمل کرنا خلاف سنت تو نہ ہوگا کیونکہ ہر اجنبی و غیر اجنبی مسلمانونکو سلام کرنا اور سلام مین تقدیم کرنا احادیث سے مسنون معلوم ہوتا ہے

الجواب - تکبر حرام ہے اور مرتکب اسکا بالخصوص اُسپر جو مصر ہو فاسق ہے اور فاسق کو ابتداء بسلام نکرنا جائز ہے بلکہ اولی فی الدر المختار فی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف الی قولہ ولکن یخص منہ الفاسق بدلیل آخر - جب معلوم ہوا کہ حدیث عام مخصوص البعض ہے تو امام صاحب کے قول پر عمل کرنا خلاف سنت نہ ہوگا - واللہ اعلم - ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ -

مسئلہ نماز عیدین در مسجد و عیدگاہ

سوال - زید عیدین کی نماز اپنی مسجد مین پڑھتا ہے عیدگاہ مین نہین پڑھتا اور جو کوئی عیدگاہ مین پڑھنے کا عادی ہے اُسکو بھی روکتا ہے کبھی کہتا ہے نماز عیدین مسجد مین بھی جائز ہے چنانچہ فلان فلان مولوی صاحبون کا فعل اسکے جواز کی دلیل کافی ہے کبھی کہتا ہے جسکو مجھ سے محبت و تعلق ہو اور میرے کہنے کا کچھ پاس و لحاظ ہو وہ میری ہی مسجد مین نماز پڑھے کبھی کہتا ہے عیدگاہ مین تو بہت لوگ ہو جاتے ہین یہان بھی پچاس ساٹھ آدمی ہو جائین تو

بہتر ہے کبھی کہتا ہے مسجد مین بھی خدا ہی کی نماز ہے اور عیدگاہ مین بھی خدا ہی کی نماز ہے چاہے جہان پڑھو۔ غرض مختلف طریقون سے عیدگاہ جانے سے روکتا ہے اور اُس کے ملنے والون مین سے جو کوئی چلا جاتا ہے اُس سے ناخوش ہوتا ہے اور شکایت کرتا ہے اس شخص کے پاس و لحاظ سے بعض لوگ عیدگاہ جانے سے رُک جاتے ہین اگر یہ شخص عیدگاہ مین پڑھے یا دوسرون کو منع نہ کرے تو اس مسجد کے پڑھنے والے سب عیدگاہ ہی مین جائین ایسے شخص کا شرعًا کیا حکم ہے اور اُسکی مسجد مین نماز عیدین پڑھنا کیسا ہے اور عمومًا مسجدون مین نماز عیدین پڑھنا اور بلا عذر بارش و ضعف رفتار وغیرہ عیدگاہ کو ترک کرنا کچھ گناہ ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک بار کے کہ عذر بارش کی وجہ سے مسجد مین ادا فرمائی تھی ہمیشہ میدان ہی مین تشریف لیجاتے تھے حتی کہ جنپر عذر شرعی سے نماز بھی نہ تھی اُنکے لیجانیکا اہتمام فرماتے تھے چنانچہ بکثرت احادیث وارد ہین پس جس امر کا حضور کو قولًا و فعلًا اہتمام ہو اُس کے خلاف کا قولًا و فعلًا اہتمام کرنا مخالفت سخت کی ہے جسکے گناہ ہونے مین کوئی شبہ نہین حدیث مین ہے فمن رغب عن سنتی فلیس منی واللہ تعالیٰ اعلم ۲۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

جواز خشخشی موے سر

سوال۔ زید کہتا ہے کہ سارے سر مین بال رکھنا سنت ہے اور علاوہ حج کے سر منڈانا خلاف سنت ہے اور خشخشے بال رکھانیوالے کو سخت مخالف سنت خیال کرکے قابل ملامت کہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اس فعل سے کبھی منع نہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ سر منڈانا بھی غیر ایام حج مین سنت ہے اور خشخشے بال رکھنے کی ممانعت نہین اسلئے وہ اپنی اصل پر رہینگے اور اصل اباحت و جواز ہے خشخشے بال رکھنا قرون ثلاثہ سے ثابت ہین یا نہین اور انکو جو زید بدعت کہتا ہے وہ صحیح ہے یا نہین اور ایسے بال رکھانے والا شرعًا قابل ملامت ہے یا نہین

الجواب۔ سنت مطلقہ وہ ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کے کیا ہو ورنہ سنن زوائد سے ہوگا تو بال رکھنا حضور کا بطور عادت کے ہے نہ بطور عبادت کے

اسلئے اولیٰ ہونے مین تو شبہ نہین مگر اسکے خلاف کو خلاف سنت نہ کہینگے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی چہ جائیکہ وہ حدیث بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کے جواز بلا کراہت کی اور خلاف سنت نہونیکی پس جس حالت مین بالکل منڈا دینا جائز ہین تو قصر کرانے مین کیا حرج ہے للاجماع علی تساوی حکمی القصر والحلق لشعر الراس فی مثل ھذا الحکم والی التساوی اشیر بقولہ تعا محلقین رؤسکم ومقصرین واللہ اعلم ۔ ۱۸ ۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ ۔

اقتداء غلط خوان قرآن

سوال - بکر ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ قرآن بھی ہے مگر قرآن بہت غلط پڑھتا ہے بعض الفاظ ایسے لپیٹ کے پڑھتا ہے کہ اگر کسی کو پہلے سے وہ الفاظ یاد نہ ہون تو سمجھ مین نہ آئین اسکے علاوہ بعض جگہ زبر کو ایسا بڑھا دیتا ہے کہ الف پیدا ہوجاتا ہے مثلاً نعقردا کو نعاقردا اور قد افلح کو قدا فلحا وغیرہ پڑھ جاتا ہے بعض جگہ ساکن کو متحرک پڑھ دیتا ہے مثلاً اھدنا الصراط المستقیم کو اھدِنا بکسر ہا بعض جگہ متحرک کو ساکن پڑھ دیتا ہے مثلاً الم تر کیف فعل کو الم ترکیف فعْل بسکون عین پڑھتا ہے اسکے علاوہ جابجا درمیان مین وقف کر دیتا ہے اور وقف کے وقت آخر لفظ کو ساکن نہین پڑھتا بلکہ ہمیشہ متحرک پڑھتا ہے اور پھر آگے چلتا ہے جس لفظ پر وقف کیا ہے اُسکو دوبارہ نہین پڑھ لیتا ایسے حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اگر اسکے پیچھے نماز مکروہ یا ناجائز ہو مگر لوگ اُس کو امام بنائین تو اُس شخص کو کیا ترک جماعت کرنا چاہئے جو اس قسم کی سب غلطیون سے بچتا ہو ۔

الجواب - فی فتاوی قاضیخان اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلوٰة عند الکل وان غیر المعنی تغیرا فاحشا فسدت صلوته فی قول المتقدمین و اختلف المتاخرون فی ذلک وما قاله المتقدمون احوط وما قاله المتاخرون اوسع انتہی مختصراً وفیہا ایضاً واما ترک المد ان لم یغیر المعنی کما فی قولہ انا انزلناہ انا اعطیناک لا تفسد صلوته اھ قلت وکذا المد فیما لیس فیہ کما ہو ظاہر پس جو غلطیان سوال مین مذکور ہین چونکہ مغیر معنے نہین اسلئے نماز ہوجاویگی جو شخص ایسی غلطیون سے محفوظ ہے اُس کو ترک جماعت نہ چاہئے ۔ واللہ اعلم ۔ ۱۸ ۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - زید ملازم پادشاہ وقت تھا پس جب اُسکو تنخواہ ملتی تھی وہ سب کی سب اپنی بیوی ہندہ کے حوالہ کردیتا تھا اور ہندہ جو چاہتی تھی وہ کرتی تھی وہ اصلا پرسان نہین ہوتا تھا بلکہ یہ حالت تھی کہ زید کو اگر آنہ دو آنہ یا روپیہ دو روپیہ یا کچھ کم وبیش کی حاجت ہوتی تھی تو ہندہ سے مانگتا تھا اگر ہندہ نے دیدیا تو خرچ کیا ورنہ چُپ ہو رہتا تھا پس اسی تنخواہ کے روپیہ سے ہندہ نے زید کی حیات مین جائداد اپنے نام سے خریدی اور وقت خرید سے اسوقت تک وہی اُسپر قابض ہے او زید نے اس سے اصلا تعرض نہین کیا اب عرصہ چار پانچ سال کا ہوتا ہے کہ زید انتقال کر گیا پس یہ جائداد علی مافی الشامی وغیرہ ہبہ مین صرف قرائن دالہ علی التملیک کے بھی کافی ہونے کی وجہ سے ہندہ کی قرار دیگی یا زید ہی کی سمجھی جاکر اُسکے کل ورثہ اسمین سے حصہ پاوینگے -

الجواب - ہرچند ہبہ قرائن سے ثابت ہوجاتا ہے لیکن صورت مسئولہ مین اسی مین کلام ہے کہ یہان قرائن ہبہ کے ہین یا نہین سو جہانتک غور وتامل کیا گیا یہ دینا ہبہ نہین معلوم ہوتا بلکہ بی بی کو محض تحویلدار سمجھتے ہین اور محض اسوجہ سے سب کمائی سپرد کردیتے ہین کہ اُس کو اُمور خانہ داری مین تجربہ کار سمجھتے ہین تو اُسکو دیدینا ایک گونہ انتظام کی سہولت سمجھتے ہین یہی وجہ ہے کہ جو عورتین سلیقہ شعار نہین سمجھی جاتین اُنکو اسطرح کے اختیارات نہین دیئے جاتے اسی طرح اگر یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اپنے رشتہ دار کو دیتی ہے تو یقیناً شوہر ناخوش ہوتا ہے ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ نہین محض توکیل وایداع ہے رہا نہ پوچھنا اور تعرض نہ کرنا یہ اسوجہ سے نہین کہ اُسکو مالک کردیا ہے بلکہ محض اس وجہ سے ہے کہ زوجہ پر اعتماد ہے کہ بے موقع صرف نہ کریگی بہرحال روپیہ بچا ہوا تو شوہر ہی کی ملک ہوگا جب اُس نے جائداد خریدی گویا مغصوب روپیہ سے خریدی لہذا جائداد زوجہ کی ملک ہوگی اور یہ روپیہ ترکہ زوجہ سے وصول کرکے سب ورثہ زید کو تقسیم ہوگا جس مین خود زوجہ بھی داخل ہے پس بقدر اسکے حصہ کے تو ساقط ہوجاویگا بقیہ روپیہ بقیہ ورثہ کیلئے وصول کیا جاویگا البتہ اگر شوہر کو یقیناً یہ معلوم ہو کہ یہ میرے ہی روپیہ سے خریدی گئی ہے اور بی بی نے اپنے ہی لئے خریدی ہے اسمین میرا کوئی حق نہین یہ سکوت البتہ دلیل ہبہ کی ہے مگر جبتک یہ احتمال باقی ہو کہ شاید شوہر کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ یہ میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے یا یہ کہ اطلاع ہو مگر اُس نے یہ سمجھا ہو کہ گو اپنے نام سے خرید لی ہے مگر یہ اسکو میری ہی سمجھتی ہے اور میرے

تحقیق عدم ہبہ بقرائن بزوجہ را

بعد میرے ورثہ کو محروم نہ کرےگی یا اسلیئے وہ خاموش ہوگیا ہو کہ اسکے نام ہونے سے جائداد محفوظ رہیگی میرے پاس سے شاید کوئی نیلام قرضہ مین کرالیوے تو ان احتمالات سے ہبہ ثابت نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب تک مجموعہ قرائن کی تفتیش و تعیین نہ ہو حکم ہبہ کا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ طہارت بیر مین امام محمد صاحبؒ کا قول تین سو ڈول کا جو منقول ہے وہ معلول بعلت ثابت ہوتا ہے کہ اُنکے دیار مین اسی قدر پانی کنوؤن مین ہوتا تھا اب ہمارے دیار کے لوگ خواہ بدہمتی سے یا بےسامانی سے کل پانی کے اخراج مین بہت نالان ہین سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو کنوئین ایسے ہین کہ جنکا پانی بدقت تمام یا بسہولت کل نکلسکتا ہے اُنکی طہارت کا حکم بھی تین سو ڈول پر دیدینا ثابت ہے یا نہین پھر اگر امام محمد صاحب کے قول سے حجت لی جائے تو اُس علت پر نظر کیون نہین ہوتی جو اُنکو ملحوظ تھی

الجواب۔ واقع مین علی الاطلاق تین سو ڈول کا فتویٰ مسلک ضعیف ہے راجح یہی ہے کہ علت پر نظر کیجاوے لیکن چونکہ بعض کا فتویٰ علی الاطلاق ہے عوام کی آسانی کیلئے مرجوح قول لے لینا بھی جائز ہے کما صرحوا بہ اسلیئے زیادہ تنگی ضروری نہین فقط واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ان قصبات مین اکثر دودھ جو بدھا جاتا ہے قیمت اُسمین کبھی پہلے کبھی پیچھے دی جاتی ہے اور متفرق طور سے وہ دودھ مالک سے وصول ہوتا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو تو کچھ شرائط بھی اُسمین ملحوظ ہین یا نہین۔

الجواب۔ یہ معاملہ سلم نہین ہے لعدم اجتماع شرائطہ فیہ بلکہ اگر بعد مین روپیہ دین تب تو بیع نسیۃ ہے اور بلا تکلف جائز ہے اور اگر پیشگی دیدین تو اس کے ذمہ قرض ہو جاتا ہے جسکو تھوڑا تھوڑا کاٹ دیتا ہے اسکو فقہا نے مکروہ فرمایا ہے واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

خط ہدایت نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کئی روز ہوئے آپکا خط آیا حالات معلوم ہوئے ماشاءاللہ آپکا ایمان بالکل کامل ہے اُسمین

عدم تعین قول امام محمد در نزح سہ صد دلو

تعیین بیع شیر نقد و نسیہ بپیشگی دادن زر و دو کار و

علاج بخودکشی بردن وساوس

کسی طرح کا نقصان وخلل نہین ہے جو حالت آپ نے لکھی ہے اور اُسکو موجب نقصانِ ایمان سمجھا ہے یہی حالت آپکی کمالِ ایمان کی دلیل ہے مگر چونکہ آپ کو ابھی علم کم ہے اسوجہ سے اندیشہ وقلق کا ہجوم ہوگیا ہے ورنہ آپکی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہون کچھ آپکو اوّل پیش نہین آئی کوئی ایسا سالک و واصل الی اللہ نہین ہے جسکو رستہ مین یہ گھاٹی نہ آئی ہو پس اُنمین سے جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق و محبت واعتقاد کا رکھنے والا ہے اُسکی نظر مین تو یہ لاشئے محض معلوم ہوتی ہے اور جو ناواقف ہین وہ تِل کو پہاڑ کرکے طرح طرح کی پریشانیون مین مبتلا ہو جاتے ہین۔

اے عزیز صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے بڑھکر کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہین ہوا اُن تک کو یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے گھیرا اور وساوس بھی ایسے جسکو وہ زبان پر لانا جلکر کوئلہ ہو جانیسے بدتر اور سخت تر اور گران تر وناگوار تر جانتے تھے آخر اُنھون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین اسکو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذاک صریح الایمان یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے دو وجہ سے اوّل اسلئے کہ چور وہان جاتا ہے جہان متاع پاتا ہے پس اگر متاعِ ایمان اس شخص کے قلب مین نہوتا تو ہرگز شیطان اسکے پیچھے نہ پڑتا یہی وجہ ہے کہ اکثر نیک لوگونکو وساوس پیش آتے ہین اور جو فساق وفجار واشرار ہین اُنکو کبھی اسکا اتفاق بھی نہین ہوتا کیونکہ شیطان اُن سے جب گناہ کرا رہا ہے تو اُسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایسے امر مین مبتلا کرے جسمین کسی قسم کا گناہ بھی نہین نرا رنج ہی رنج ہے۔ دوسرے اسلئے علامت ایمان کی ہے کہ مومن نے اُسکو بُرا سمجھا پس اگر اس شخص کے ایمان مین خلل ہوتا تو ان خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور اُنکو دل سے قبول کرتا اور اُنپر مطمئن ہوتا اور اُنمین اسکے قلب کو انشراح ہوتا کراہت نہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے جب اس شخص نے اُنکو مکروہ سمجھا تو اُنکی اضداد کو حق سمجھتا ہے اور یہی ایمان ہے غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے ہرگز ہرگز کفر نہین بلکہ گناہ ومعصیت بھی نہین کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے اور چونکہ وساوس پر اختیار نہین ہے اسلئے وہ گناہ نہین ہو سکتے جب گناہ نہین پھر اُسپر پریشان ہونا فضول ہے یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کے بُرے یا بھلے ہونیکی۔ رہا

اسکا علاج پس سب معالجات سے بہتر علاج جسکو اکسیر اعظم کہنا چاہئے یہی ہے کہ اسکا کچھ علاج نہ کیا جاوے بلکہ جرأت و دلیری کیساتھ اور یقین و عزم کیساتھ یہ سمجھے اور دل مین خیال کرے کہ جب یہ عند اللہ گناہ نہین اور شرعاً کوئی مرض نہین پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان کی ہے تو اُسپر اُلٹا اور خوش ہونا چاہئے جب یہ خوش ہوگا تو شیطان نے تو وسوسہ خاص اسی لئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا جب وہ دیکھیگا کہ یہ شخص تو خوش ہوتا ہے اور اِسکا خوش ہونا اُسکو پسند نہین پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا اور بہت آسانی سے اِس شخص کو اِس سے نجات ہو جاویگی اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پروا نہین کیونکہ جب یہ معصیت نہین تو اُس سے نجات کی ضرورت کیا ہے اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہو جاتا ہے اسیطرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اُسکے غم مین پڑ جاوے اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے گو اُسکے بڑھنے سے گناہ تو نہین ہوتا مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے پس عمدہ علاج یہ ہے۔ اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا یہ طریقہ مُضر ہے اُسمین اگر فوری تسلی بھی ہوجاتی ہے تو دو چار روز کے بعد پھر اُس جواب مین کوئی خدشہ ہو جاتا ہے پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس مین اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہو جاتا ہے اسلئے اِسطریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل رکھے کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے جیسا حدیث مین آیا ہے اور اُس سے قلب مین بھی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ایسی خرافات سے متاثر نہین ہوتا پس خلاصہ تمام تر تقریر کا تین امر ہوئے۔

(۱) ایسے وساوس کی کچھ پروا نکرین نہ اُنکے دفع کی فکر کرین۔

(۲) اُس کا جواب نہ سوچین نہ کسی سے وجہ پوچھین کتاب و سنت کو بلا دلیل حق سمجھین اور اُسکے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھین گو کسی بات کی وجہ سمجھ مین نہ آوے۔ گو قلب مین اُسکا خطرہ آوے۔

(۳) اِن اُمور سے اعراض کرکے اللہ کے ذکر مین متوجہ رہین خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اُسی مین خیال لگائے رہین انشاء اللہ تعالی آپکے قلب کو ایک

ہی منٹ مین پوری تسکین و راحت حاصل ہو جاوگی اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہو گی۔ اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو بے تکلف ظاہر کردین والسلام۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ۔

سوال۔ جرس ممنوع کی کیا تعریف ہے مع کل جرس شیطان سے کیا مراد ہے بجتی ہوئی گھڑی اور گھنٹا جرس مین کیون شامل نہین عامۂ محدثین کی توجیہ (جیسے بوجہ اعلام دشمن سفر مین ممنوع ہونا) سے تو لازم آتا ہے کہ اب غلبۂ اسلام کیوقت سفر مین بھی جائز ہو اگر ضرورت کو باعث اباحت قرار دیا جاوے تو اوّل تو کچھ زیادہ ضرورت بھی نہین بغیر بجے بھی وقت معلوم ہو سکتا ہے نیز لازم آتا ہے کہ بیل گھوڑے کی گردن مین گھنٹی اور گھنگھرو پہنانے جائز ہون کہ لوگ آواز سنکر رستہ سے ہٹ جاوین اگر ہر جرس کی ممانعت عام رکھی جاوے تو لوٹا کٹورہ گلاس کا ایک دوسرے سے لگکر بجنا بھی حرام ہوگا غرضکہ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ تفصیل ممنوع جرس

الجواب۔ جرس کی حرمت لعینہٖ نہین ہے لغیرہٖ ہے جہان کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حد اضطرار تک نہو جواز کا فتوی دینگے تو گھڑی گھڑیال مین غرض صحیح ہونا یقینی ہے البتہ جہان صرف تلہّی یا تفاخر و مثل اسکے غرض فاسدہ ہون وہان ناجائز کہینگے روایت عالمگیری اسکی کافی دلیل ہے فی العالمگیریہ فی الباب السابع عشر من کتاب الکراہیۃ قال محمد فی السیر الکبیر انما یکرہ اتخاذ الجرس للغزاۃ فی دار الحرب وھو المذھب عند علمائنا الی ان قال قال محمد فی السیر فاما ما کان فی دار الاسلام فیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال وفی الجرس منفعۃ جمۃ منہا اذا ضل واحد من القافلۃ یلحق بہا بصوت الجرس ومنہا ان صوت الجرس یبعد ھوام اللیل عن القافلۃ کالذیب وغیرہ ومنہا ان صوت الجرس یزید فی نشاط الدواب فھو نظیر الحدی کذا فی المحیط۔ اور چونکہ گھوڑے کے گلے مین محض تفاخر و تلہی کیلئے باندھتے ہین اور کوئی ضرورت نہین لہذا جائز نہین ہو سکتا۔ واللہ اعلم۔ ۲۱۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

سوال۔ احرام کی حالت مین معتاد شخص کو پان کھانا کیسا ہے پان سے لبون کی زینت ہو جاتی ہے اور پان مین ایکقسم کی خوشبو بھی ہے اور اگر پان مین الائچی اور خوشبو دار تمباکو بھی ہو اسکا کھانا کیسا ہے اور غیر معتاد کو پان کھانا بلحاظ زینت یا بغیر لحاظ زینت کیسا ہے پان در احرام

الجواب - فی العالمگیریہ الطیب کل شیئ لہ رائحۃ مستلذۃ ویعدہ العقلاء طیبا کذا فی السراج الوہاج وفیہا ولو کان الطیب فی طعام طبخ وتغیر فلا شیئ علی المحرم فی اکلہ سواء کان یوجد رائحتہ اولا کذا فی البدیع وان خلطہ بما یوکل بلا طبخ فان کان مغلوبا فلا شیئ علیہ غیر انہ ان وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان کان غالبا وجب الجزاء وفی الدر المختار وثوب صبغ بمالہ طیب کورس وعصفر الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح روایات بالا سے معلوم ہوا کہ پان چونکہ داخل طیب نہین گو موجب زینت ہے منافی احرام نہین اور الایچی اور مثل اُسکے طیب ضرور ہین مگر چونکہ پان و تمباکو مین مغلوب ہین لہذا وہ بھی جنایت نہین گو خالی از کراہت بھی نہین اور جنایات مین عادت و عدم عادت مین تفاوت نہین حتیٰ کہ تداوی جو ضرورت مین عادت سے بڑھکر ہے اگر طیب وغیرہ سے ہو جنایت ہے گو معصیت نہو - فقط - واللہ اعلم - سہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۲ھ -

سوال - جس مسجد مین تاوان و ڈنڈ کے پیسے صرف کئے گئے ہون یعنی اسکی تعمیر مین ۔ تاوان یہ ہے کہ کسی شخص کو عوض مجرمیت ڈنڈ کیا اور چرم قربانی کا پیسہ اور دم کا و عقیقہ کے چرم کا اور نکاح کا مسجد مین لگانا جائز ہے یا نہین اور اُس مسجد مین نماز ہوتی ہے یا نہین -

الجواب - جرمانہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک جائز نہین تو اُسکی آمدنی جائز نہوگی فی الدر المختار لا یاخذ مالا فی المذہب الی قولہ فی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ اسلئے ایسا روپیہ مسجد مین لگانا جائز نہین اور چرم قربانی کی قیمت کا تصدق واجب ہے فی الدر المختار والصدقۃ کالہبۃ لجامع التبرع وفیہ ہو (ای الہبۃ) تملیک العین مجانا اور مسجد مین لگانیسے تملیک نہین ہوتی لہذا وہ بھی مسجد مین صرف نہین ہو سکتا اور لفظ دم عام ہے اگر سوال مین تعیین کیجاوے تو جواب ہو سکتا ہے - اور عقیقہ مین احکام قربانی کی رعایت مستحب ہے تو اس اعتبار سے اسکے چرم کی قیمت مسجد مین صرف کرنا خلاف اولیٰ ہوگا اور نکاح پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو طاعت مخصوص بہ اہل اسلام نہو اُسپر مثل مباحات اخذ اُجرت جائز ہے اور نکاح ایسا ہی ہے اسلئے مالک اگر اپنی خوشی سے مسجد مین لگانا چاہے جائز ہے - خلاصہ یہ ہوا کہ جرمانہ اور قیمت چرم قربانی کا مسجد مین لگانا جائز نہین

اور چرم عقیقہ کی قیمت لگانا خلاف اولیٰ ہے اور اُجرت نکاح کا لگانا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۱ھ۔

سوال۔ احقر نے ایک شخص کو سونے کی بالیان پُرانی بغرض فروخت دی تھین اور ذکر تھا کہ از سر نو بنینگی اُنھون نے انکو ۳۵ کو فروخت کر کے سُنار کو روپیہ دیدیا اور کہدیا کہ اس مین تھوڑا سا سونا اور ڈال کر لے تولہ کی نئی بالیان بنادے حساب بعد مین کر دیا جاویگا۔ چنانچہ اُسنے اُتنے ہی وزن کی بنادین یہ صورت ناجائز ہوتی ہے۔ ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ ۳۵ جو پیشگی دئے گئے ہین وہ سنار کے پاس امانت یا قرض سمجھے جائین اور زیور دست بدست للعہ کو خرید اجائے اسمین نسیہ ہوگیا اب چونکہ ۳۵ بذمہ سُنار واجب الادا ہین اسلئے وہ مقدار ساقط کر کے ع۵ اور اُسکو دیدو۔ یا یون کرو کہ للعہ نقد دیکر دست بدست اُس سے زیور لے لو پھر اپنے ۳۵ کا مطالبہ اُس سے کرو۔ اور ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ سنار تمھاری طرف سے للعہ کا سونا خریدنے کے لئے وکیل ہے ۳۵ تم سے پیشگی لے چکا ہے اور دس کا سونا اپنے پاس سے خریدلایا ہے اسکا مطالبہ اب کرتا ہے۔ حضور اسمین کیا فتوے دیتے ہین۔

الجواب۔ تاویل ثالث تو نہین چل سکتی کیونکہ وکالت بلا توکیل کیسے ہوگی اور توکیل یہان ہے نہین لہذا یہ بالیان جدید سنار کی ملک ہونگی اور اب اُنکی بیع جدید ہوگی پس اگر وہ ۳۵ بعینہ سنار کے پاس موجود ہین تو قرض کی تاویل نہین ہوسکتی کیونکہ نہ تصریحاً قرض دیا نہ تصرف کیوجہ سے اُسکے ذمہ دین ہوا پس لابد امانت ہوگی اور امانت مین روپیہ معین ہوتا ہے تو عقد متعلق اُس روپیہ سے ہوگا اور وہ مجلس مین موجود نہین تو نسیہ لازم آنیسے ناجائز ہوگا پس جب نہ قرض ہوا نہ امانت سے عقد کا متعلق ہونا جائز ہوا اس صورت مین صرف یہ صورت جائز ہوسکیگی کہ اپنی امانت اوّل واپس کرلے اور اُسمین دس روپیہ اور ملادے اور دست بدست خریدلے اور اگر وہ ۳۵ اُسکے ضمان مین داخل ہوگیا ہے خواہ بوجہ صرف کر ڈالنے کے یا بوجہ مخلوط کر دینے کے تو البتہ وہ دین ہوگیا ہے اس صورت مین تاویل اوّل چل سکتی ہے اور تاویل ثانی بے تکلف صحیح ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

زرگر کو روپیہ دیکر اس سے سونا خریدنا

مسئلہ دوازدہم در فروختن ٹکٹ کاغذ گھڑی وغیرہ

سوال - آجکل بعض انگریزی تجارتون کا یہ دستور ہے کہ کاغذ فروخت کرتے ہین اور اُسمین چار ٹکٹ لگے ہوتے ہین جسکو وہ شخص اُسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ پر چار اشخاص کے ہاتھ فروخت کرڈالتا ہے اور اُن اشخاص سے دہ روپیہ وصول کرکے اور اُنکا پتہ کمپنی کو لکھکر بھیجدیتا ہے صاحب کمپنی ایک گھڑی اس شخص کو بھیجتا ہے اور اُن چار اشخاص کے نام ایک ایک کاغذ ویسا ہی بھیجدیتا ہے جسمین ویسے ہی چار ٹکٹ بھی ہوتے ہین جسکو وہ چارون شخص لوگون کے ہاتھ اُسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ کو پھر بیچڈالتے ہین جب روپیہ اُن لوگون کے پاس آجاتا ہے تو وہ لوگ بھی صاحب کمپنی کے نام روپیہ اور جنکے ہاتھ دہ ٹکٹ فروخت کیے ہین اُنکا پتہ وغیرہ لکھکر بھیجدیتے ہین صاحب کمپنی ایک ایک گھڑی اُنکے نام بھیجدیتا ہے اور ایک ایک کاغذ ویسا ہی جنکے نام اُنھون نے ٹکٹ فروخت کیے ہین صاحب کمپنی کو بھیجدیتا ہی پھر وہ لوگ بھی ایسا ہی عمل کرتے ہین اور اسیطرح اِسکا اجرا رہتا ہے ہان البتہ جس شخص کے ٹکٹ فروخت نہونگے وہ البتہ نقصان اُٹھائیگا - تو شرعاً یہ بیع جائز ہے یا نہین اور شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے -

الجواب - حاصل حقیقت اس معاملہ کا یہ ہے کہ بائع مشتری اول سے بلا واسطہ اور دوسرے مشتریون سے بواسطہ مشتری اول یا ثانی یا ثالث وغیرہم کے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ تم نے جو روپیہ بھیجا ہے اگر تم اتنے خریدار پیدا کرو تو اس روپیہ مرسلہ کے عوض ہم نے تمھارے ہاتھ گھڑی فروخت کردی ورنہ تمھارا روپیہ ہم ضبط کر لینگے سو اسمین دونون شرطین فاسد و باطل ہین دوسرے خریدارون کے پیدا کرنے کی تقدیر پر فروخت کرنا بھی کہ وہ تنجیز بیع کے وقت (مقرون بشرط فاسد مخالف مقتضائے عقد ہونیکی وجہ سے) عقد فاسد بحکم ربٰو ہے اور تعلیق کیوقت (تعلیق الملک علی الخطر ہونیکی وجہ سے) قمار ہے اور ربٰو اور قمار دونون حرام ہین اسیطرح دوسری شرط یعنی خریدار پیدا نکرنیکی تقدیر پر روپیہ کا ضبط ہوجانا بھی کہ صریح اکل بالباطل ہے اور یہ تاویل ہرگز مقبول نہین ہوسکتی کہ روپیہ کے عوض ٹکٹ دیا ہے کیونکہ ٹکٹ یقیناً مبیع نہین ورنہ بعد خرید ٹکٹ معاملہ ختم ہوجاتا ٹکٹ فروخت کرکے گھڑی کا استحقاق ہرگز نہوتا جیسا تمام عقود مین یہی ہوتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ٹکٹ مبیع نہین بلکہ روپیہ کی رسید ہے

جب دونون شرطون کا فاسد و باطل ہونا ثابت ہوگیا تو ایسا معاملہ بھی بالیقین حرام اور متضمن ربوٰ اور قمار و اکل بالباطل ہے اور کسی طرح اس مین جواز کی گنجائش نہین - قال اللہ تعالےٰ احل اللہ البیع وحرم الربوٰ وقال تعالیٰ انما الخمر والمیسر الی قولہ رجس من عمل الشیطان الآیۃ وقال تعالےٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل ونہی علیہ السلام عن بیع وشرط وفی جمیع الکتب الفقہیۃ مرحوا بعدم جواز بیع شروط بما لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما کما لا یخفی علی من طالعھا - واللہ اعلم -

ربط قلب بشیخ

سوال - ربط القلب بالشیخ کے کیا معنے ہین -

الجواب - حقیقت اسکی شیخ سے ازدیاد محبت ہے اور صورت اسکی شیخ کا تصور ہے جو احیانًا سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اسکی حقیقت کا افاضہ برکات و انوار ہے اور فائدہ اسکی صورت کا دفع خطرات ہے مگر حقیقت و صورت دونون مین شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علمًا و عملًا متجاوز نہو ورنہ معصیت و بدعت سے نسبت باطنی ظلمانی ہوجاویگی فقط واللہ اعلم - ۲ - ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ -

حقیقت جذبہ

سوال - جذبہ کی کیا حقیقت ہے -

الجواب - بلا واسطۂ اکتساب و مجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہوجاتے ہین اسکو جذبہ کہتے ہین اور اجتبا و محبوبیت و مرادیت بھی کہتے ہین - فقط واللہ اعلم -

طریقہ ذکر جلی و خفی

سوال - ذکر جلی اور خفی کرنیکا کیا طریقہ ہے -

الجواب - بعض کی اصطلاح مین قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہین اور بعض کی اصطلاح مین لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہین اور طریقے دونون کے کتب سلوک مین مذکور ہین مگر بدون تعیین شیخ کے خود کسی طریق کا اختیار کرنا نافع نہین ہے حصول نسبت مین -

حد ذکر جلی

سوال - ذکر جلی کی حد کیا ہے -

الجواب - ادنیٰ کی حد تو معین ہے اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح بہ الفقہاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہین اپنے نشاط پر موقوف ہے مگر

اُسکے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلی یا نائم کو تشویش وایذا نہو کما صرح الفقہاء بہ۔ فقط۔ واللہ اعلم۔ ۲۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ۔

سوالات عیسائی منقولہ از پرچہ (نور علی نور) بابتہ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

اگر کوئی مولانا صاحب حسب ذیل سوالون کو قرآن شریف سے ثابت کر دین تو از ان وقت ہم محمد عربی کا رسول ہونا مان لینگے۔

اول۔ قرآن شریف کی کسی آیت سے آنحضرت صلعم کو معصوم ثابت کیجیے۔

دوم۔ انجیل کو کسی قرآن کی آیت سے منسوخ کیجیے۔

سوم۔ علاوہ شق القمر کے کوئی معجزہ قرآن شریف سے ظاہر کیجئے۔

الجواب

الحمد للہ المتفضل علی رسولہ بقولہ ولولا فضل اللہ علیک الی قولہ عظیما وقولہ لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا وقولہ الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا الی قولہ ہم المفلحون وقولہ وانزلنا الیک الکتب بالحق الی قولہ لقوم یوقنون وقولہ بل ہو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم وقولہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اما بعد پرچہ **نور علی نور** لدھیانہ مطبوعہ یکم اگست مین صفحہ ۱۵ پر کسی پادری صاحب کے تین سوال ایک مسئلہ عصمت کا دوسرا نسخ انجیل کا تیسرا شق القمر کے علاوہ معجزہ کے ثبوت کا جنکا جواب انھون نے قرآن مجید سے چاہا ہے نظر سے گذرے چونکہ وجوب جواب کیلئے سوال کا معقول اور اصول صحیحہ پر منطبق ہونا ضروری ہے اسلیے ہم اُن فروگذاشتون کو جو سائل صاحب سے ان سوالات مین واقع ہوئی ہین اظہار کرتے ہین تاکہ آیندہ سے جو سوال کرین اُسمین ایسے اُمور کا لحاظ رکھین اول جاننا چاہیئے کہ جس مدعی کا جو دعوی ہو اُس دعوی کو محفوظ رکھکر اُسکی دلیل کا مطالبہ کرنا زیبا ہوتا ہے سائل صاحب نے تینون سوالون مین مسلمانون کے دعوی

کو بدلدیا ہے یعنی مسلمانون کا دعوی تینون مسلون مین یہ ہے کہ قطعی دلیل سے انکا ثبوت ہے اور قطعی دلیل اُنکے یہان قرآن مجید مین منحصر نہین بلکہ قرآن مجید اور خبر متواتر اجماع اور دلیل عقلی برہانی یہ سب اُنکے نزدیک قطعی دلائل ہین پھر قطعیت مین بھی اُنکے نزدیک دو مرتبے ہین ایک وہ جسکا انکار کفر ہو گو انکا رتبا دیل ہو ایک وہ جسکا انکار اگر تا دیل سے ہو کفر نہ ہو بدعت سیئہ ہو۔

پس مسلمانون کے دعوی مذکور کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تینون مسلے دلائل مذکورہ سے ثابت ہین خواہ کسی دلیل سے ہون اور دونون مرتبہ مذکورہ مین سے خواہ کسی مرتبہ مین ہون اُب اِن سے صرف دلیل قرآنی کا مطالبہ کرنیوالے سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا تمھارے نزدیک انکا دعوی یہی ہے کہ یہ سب مسائل قرآن سے ثابت ہین یا یہ دعوی ہے کہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہین شق اول پر تو اُنکے دعوے کی تغییر لازم آتی ہے کیونکہ اُنکا یہ دعوی نہین ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور شق ثانی پر خاص قرآن سے جواب دینا اُن کے ذمہ ضرور نہین پس دونون شقون پر مطالبہ دلیل کا استحقاق نہین ہو سکتا۔

دوم بعد محفوظ رکھنے دعوے کے بھی سائل کو کسی خاص دلیل کا مطالبہ اُسوقت زیبا ہے جب خود اُس دلیل کو وہ صحیح سمجھتا ہو ورنہ بیفائدہ مجیب کا وقت ضایع کرنا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ہم تو جب جانین واقعہ کی شہادت زید سے دلوادو اور خود زید کو کاذب کہتا ہو تو مخاطب کو اس سعی بیفائدہ سے کیا حاصل ہو گا کیونکہ اگر زید سے شہادت بھی دلوادی تو اُسوقت وہ یون کہدیگا کہ میرے نزدیک زید کاذب ہے پس سائل صاحب دو حال سے خالی نہین یا قرآن کو مانتے ہین یا نہین اگر مانتے ہین تو مسلمان ہونیکا اقرار کرین پھر سوال کرنا اس حیثیت سے بے موقع نہین اور اگر نہین مانتے تو بیفائدہ قرآن کی شہادت کیون مانگتے ہین اور یہ اُنکا کہنا کسکے دل کو لگ سکتا ہے کہ اگر قرآن سے ثابت کر دین تو ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول ہونا مان لینگے کیونکہ جو شخص شاہد کو کاذب کہتا ہو گا وہ واقعہ کو کیسے صادق سمجھیگا یہ محض کلام بے معنی ہے۔

سوم ترتیب فطری سوالات کی یہ ہے کہ اگر بہت سے اُمور مجتمع ہون تو اول وہ باتین

دریافت کرنی چاہئیں جنمین اصل گفتگو ہو اور جنکے طے ہونیسے مابعد کے اُمور آسانی سے طے ہو جاوین نہ یہ کہ ایسی بات پوچھی جاوے کہ اگر وہ طے بھی ہو جاوے تو اصل الاصول کی تحقیق پھر باقی رہے پس مسلمانون مین اور پادری صاحب مین مسائل مختلف فیہا مین سے سب سے بڑا نبوت و رسالت کا مسئلہ ہے جب تک اسمین اختلاف رہیگا اگر مسئلہ نسخ یا معجزہ یا عصمت پر حجت بھی قائم کردیگی تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا مسلمان ہونیکے لئے اُسکی تحقیق ضروری ہوگی یا نہین شق ثانی بداہۃً غیر قابل تسلیم ہے شق اوّل پر ان مسائل کی تحقیق مین اتنا وقت صرف کرنیسے کیا فائدہ نکلا چونکہ یہ سوالات محض خلاف اصول کیئے گئے ہین لہذا مسلمانون کے ذمہ اُنکا جواب نہین ہے اب اُن فروگذاشتون کے اظہار کے بعد ہم خیرخواہانہ عرض کرتے ہین کہ اگر آپ کو واقع مین دل سے طلب حق مقصود و منظور ہے تو آپ ظاہر فرمائیے آپکو کسی عالم محمدی کا نام تبلایا جاویگا آپ بالمشافہہ گفتگو کرکے اپنی تسلی کر لیجیے اور اگر ہرائی جتانی ہی مقصود ہے تو غریب مسلمانون کو ان عنایتون سے معاف رکھیے کیونکہ اس صورت مین تقریر تحریر سب بے سود ہے۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ۔

در استحقاق وطلب اجرت زانیہ

سوال۔ شامی صفحہ ۲۰ جلد خامس مین ہے وفی غرد الاذکار عن المحیط ما اخذتہ الزانیہ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند ابی حنیفۃ لان اجر المثل فی الاجارۃ الفاسدۃ طیب وان کان الکسب حراما وحرام عندھما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر حق اھ۔ تعجب ہے زانیہ جو روپیہ بعقد اجارہ کسب کرے وہ طیب ہو حالانکہ صریح لفظ حدیث مہر البغی حرام کہہ رہا ہے اس سے بڑھکر اور یہ بات ہے کہ درمختار صفحہ ۳۴ و نیز دیگر متون و شروح مین ہے لا تصح الاجارۃ لعسب التیس ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی الخ علامہ شامی اسی کے قریب نقل کرتے ہین وفی المنتقی امراۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا یتصدق بہ وان من غیر شرط فہو لہا قال الامام الاستاذ لا یطیب والمعروف کالمشروط اھ قلت وھذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمہم انہم لا یذھبون الا باجر البتۃ اھ۔ زمارہ وغیرہ کا مال تو طیب نہوا اور زنا کا کسب طیب ہو اسمین کیا توجیہ ہو سکتی ہے کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے اور روایت مذکورہ کو دیکھکر بڑی حیرت

ہے ادھر تو اتنی سختی اور اُدھر اتنی مساہلت کہ حلال طیب اور مخالفت حدیث مزید براں حضور اس مسئلہ کے متعلق شافی جواب اور قول فیصل تحریر فرماوین کہ تسکین ہو۔

الجواب ۔ حلة ما اخذته الزانية کی علت فساد اجارہ کو ٹھیرایا ہے اور ظاہر ہے کہ فاسد کہتے ہین مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زنا فعل محرم ہے اُسکا اجارہ بوجہ حرمت معقود علیہ کے مشروع باصلہ نہین ہوسکتا پس یقینی دلیل ہے اسپر کہ مراد اس سے وہ صورت ہے کہ اجارہ ہوا ہے فعل مباح پر مثل خبز وطبخ وغیرہما اور اُسمین یہ شرط ٹھیرالی کہ تجھسے زنا بھی کیا کرینگے چونکہ یہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ یعنی بشرطہ ہے یہ اجارہ فاسد ہوگا اس صورت مین جو اُجرت ملیگی وہ حلال ہے صاحبین یا تو خُبث طریق کو خُبث مال مین مؤثر سمجھتے ہونگے یا اُنھون نے شرط کو شطر قرار دیا ہے اور امام صاحب نے تصحیح عقد کیواسطے اُسکو شرط کہا ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو مہما امکن صحیح کرنا اولیٰ ہے اسوجہ سے اختلاف ہوگیا اور بغیر عقدِ مین وہی عقد مباح مراد ہے یعنی اگر عقد مباح ہوا نہین تو صرف زنا ہی ہوتا رہا تو جو ماخوذ ہوگا وہ ماخوذ بالزنا ہوگا اسلیئے وہ حرام ہے اگرچہ زنا کو معقود علیہ بھی نہ ٹھیرایا ہو لان المعروف کالمشروط اور حاشا وکلا کہ خود زنا کو معقود علیہ بناکر کوئی مسلمان اُسکو اجارہ فاسدہ اور اُسکی آمدنی کو طیب کہے یقیناً وہ اجارہ باطلہ اور آمدنی اُسکی حرام وخبیث ہے اور امام صاحب رح کی تو بڑی شان ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ ۔

مستفتی کا اس جواب پر شُبہہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ تاویل مسئلہ بہت خوب ہے مگر ذرا یہ شُبہہ ہے بحرالرائق جلد ہشتم صفحہ ۲۲ مین ہے وفی المحیط ومهر البغی فی الحدیث هو ان یواجرامته علی الزنا وما اخذه من المهر فهو حرام لانه اخذه بغیر حق وان استاجرها لیزنی بها ثم اعطاها مهرها وما شرطها لاباس باخذه لانه فی اجارة فاسدة فیطیب له وان کان السبب حراما اه اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص زنا کیلیئے اگر اجارہ واقع ہو تو اُسمین اجر طیب ہے یہ بہت

صاف ہے۔ جیسا ارشاد ہو۔

الجواب ۔ سرسری نظری مین واقعی شبہہ قوی ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو خود تعلیل حکم کی لانہ فی اجارۃ فاسدۃ اسکی توجیہ بتلا رہی ہے اسلیئے کہ یہ دونون مقدمے اجماعًا مسلم ہین کہ (۱) زنا حرام لعینہ ہے اور (۲) جو معقود علیہ حرام لعینہ ہو وہ اجارہ باطلہ ہے نہ فاسدہ پس جب اجارہ کو فاسدہ کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معقود علیہ زنا کو نہین ٹھیرایا پس لامحالہ لیزنی بہا کو زنا کے معقود علیہ بنانے پر محمول کرنا صحیح نہوگا ورنہ کلام کا اوّل و آخر باہم متعارض ہونگے جو ادنیٰ عاقل کے کلام مین بھی محتمل نہین نہ کہ افاضل و اکابر فقہاء کے کلام مین ایسا واقع ہو بلکہ یہ لام غایت و غرض کا ہے اور غرض کا غرض ہونا تصریح غرضیت پر موقوف نہین ہوتا بلکہ تعلق قصد کافی ہے مثلاً اسلمت لادخل الجنۃ کی صحت مین یہ ضرور نہین کہ اسلام کے وقت اسکا اشتراط بھی زبان سے کرے بلکہ محض قصد مراد ہے پس معنی اس کلام کے یہ ہونگے کہ استیجار ہوا ہے مطلقًا جیسے اجیر خاص ہوتا ہے کہ تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے حتّٰی کہ اگر آقا کوئی کام نہ لے مگر اجیر کی جانب سے تسلیم نفس پایا جاوے تو اُجرت واجب ہوجاتی ہے پس اسیطرح کسی نے امۃ کو مثلاً اجیر خاص کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و مقصود دلمین یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کرینگے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہوگا اور چونکہ قرائن مقامیہ یا مقالیہ سے اس اجارہ مین یہ شرط بھی معلوم ہے اور المعروف کالمشروط قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً معقود علیہ تسلیم نفس ہو اور اُسمین ایسی شرط ہو تو بوجہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ ہونیکے اجارۂ فاسدہ ہوتا ہے اسیطرح یہان بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لین تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے یعنی معقود علیہ مطلق تسلیم نفس کو کہا جاوے اور اسمین اس غرض کی بھی تصریح کردی تب بھی حسب تقریر مذکور یہ اجارہ فاسد ہوگا ہان اگر خاص معقود علیہ اسی فعل خبیث کو بنادے تو مال کے حرام ہونے مین کوئی شبہہ نہین ۔ رہا یہ کہ بغیر عقد کے کیون حرام ہے تو وجہ اُسکی یہ ہے کہ المعروف کالمشروط جب اسنے کچھ عقد نہین کیا اور پھر دیا تو دلالت حال سے ظاہر ہے کہ اُسی کے مقابلہ مین ہے بخلاف عقد مباح کے کہ تنصیص علی المباح پر دلالت

اعطاء علی الحرام کو ترجیح نہیں ہوسکتی لان الدلالۃ لا یفوق الصریح۔ اور اگر یہ توجیہ خلاف ظاہر معلوم ہو تب بھی بوجہ حدیث و قواعد مسلمہ فقہیہ اسکا ارتکاب لازم ہے ورنہ ہم کو ایک عبارت کا بمقابلہ حدیث و قواعد صحیحہ فقہیہ رد کر دینا سہل ہوگا۔ والسلام۔ یکم جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ۔

(السر المکنون)

وفی المقام سر دقیق عمیق هو مبنی لقول الامام نسمح بذکره للخواص ولا نأذن بهم باذاعته للعوام او من کان مثلهم وانه یقتضی سبق مقدمات الاولٰی[۱] فی الفتح وذکرانه فی الخلافیات للبیهقی عن علی وهو فی مسند ابی حنیفة رح عن مقسم عن ابن عباس رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادرؤا الحدود بالشبهات وفیه وایضا فی اجماع فقهاء الامصار علی ان الحدود تدرء بالشبهات کفایة الثانیة[۲] ان الشبهة کما فی الهدایة حقیقتها ما یشبه الثابت لا نفس الثابت الثالثة[۳] ان الاجارة کما قال الفقهاء عقد ترد علی ملک المنافع الرابعة[۴] فی سنن الترمذی قال النبی صلی الله علیه وسلم ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها دل الحدیث علی ان وجوب المهر لا ینافی بطلان العقد اذا وجد شبهة ومن ثم قال علماؤنا ان الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مهر الخامسة[۵] ان ما وجب اعطاؤه لاحد لا یکون حراما علیه والا لزم کون اعطاء الحرام واجبا وهو باطل کیف واعطاء الحرام لیس بجائز فضلا عن ان یکون واجبا اذا تمهدت تلک المقدمات فاعلم ان من استاجر امرأة لیزنی بها وجد ههنا صورة الاجارة وان لم توجد حقیقتها لکون المعقود علیه حراما لعینه کما فی نکاح المحارم ووجد صورة النکاح وان لم یوجد حقیقتها فتحقق شبهة الاجارة وتترتب علیها شبهة ملک المنافع بالمقدمة الثانیة والثالثة فاندرء الحد بالمقدمة الاولی فوجب العقر بالمقدمة الرابعة ولا یکون هذا العقر خبیثا للمرأة ولکن امن اعطته بالمقدمة الخامسة فالحکم بکونه حلالا لیس من حیث کونه اجرة بل من حیث کونه عقرا یجب اداؤه علی العاقد والعقد وان فسر علی بعض الاقوال بمهر المثل لکن مهر المثل فی العاقد الفاسد علی ما فی

الهداية لايزاد على المسمىٰ عند نا خلافا لزفر رح فلذا لم يجب في الاستيجار الا ما سمياه ومن ثم عبر واعنه بقولهم ما اخذته اوالمهر او ما شرط لها ولم يسموه اجرة هذا اذا عقد الاجارة اما اذا المستاجر يجب فيه الحد فلا يجب العقر فلا يكون الماخوذ حلالا لكون الحل مبنيا على العقرية فلما انتفى المبنى انتفى المبنىٰ فبقي بدلا محضا عن الزناء اما الحديث المبين بكونه خبيثا فلما ثبت كونه مبنيا ايضا على الحديث الامر بدرء الحد ود بالشبهات وجب الجمع بين الحديثين بحمل حرمة مهر البغي على ما اذا لم يوجد العقد ولا يبعد مثل هذا التخصيص اذا اضطر الى الجمع بين الاحاديث كما لا يخفى على ذوي العلم ولما لم يعتبره الصاحبان شبهة اوجبا فيه الحد فلم يوجبا العقر فيكون الحكم في العقد وغيره عندهما سواء كما اعتبر الامام نكاح المحارم شبهة في سقوط الحد ولم يعتبراه ويؤيد هذا كله ما في الفتح ومن شبهة العقد ما اذا استاجرها ليزني بها ففعل لا حد عليه ويعذر وقالا هما والشافعي ومالك واحمد يحد لان عقد الاجارة لا يستباح به البضع فصار كما لو استاجرها للطبخ ونحوه من الاعمال ثم زنى بها فانه يحد اتفاقا وله ان المستوفي بالزنا المنفعة وهي المعقود عليها في الاجارة لكنه في حكم العين فبالنظر الى الحقيقة يكون محلا لعقد الاجارة فاورث شبهة بخلاف الاستيجار للطبخ ونحوه لان العقد لم يضف الى المستوفي بالوطي والعقد المضاف الى محل يورث الشبهة فيه لا في محل اخر وفي الكافي لو قال امهرتك كذا لازني بك لم يجب الحد وهكذا لو قال استاجرتك او خذي هذه الدراهم لاطأك والحق في هذا كله وجوب الحد والمذكور معنى يعارضه كتاب الله الزانية والزاني فاجلدوا والمعنى الذي يفيد ان فعل الزنا مع قوله ازني بك لا يحد معه للفظة المهر معارض له اه وقد بان لك بقول الفتح والحق الخ ان القول بعدم وجوب الحد مرجوح فكذا القول بكون المال حلالا الذي كان بناء عليه وبالجملة لا يسع الاخذ بكون المال حلالا لكن لا مساغ للطعن على الامام رح لانه قال ما قال بالحديث لا بالراي وقد تايد ما قال بحديث الترمذي المذكور فيما قبل حيث حكم بالبطلان واوجب المهر وهو مسقط للحد بالاتفاق هذا والله اعلم بالصواب في كل باب غرة جمادى الاخرى سنة ١٣٢١ هـ

رسالہ مؤخرۃ الظنون عن مقدمۃ ابن خلدون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمداً وصلاۃً دائمین - امابعد ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ مین احادیث واردہ فی شان المہدی مین بعض منکرین ظہور امام کا کلام نقل کیا ہے اور خود مورخ کا میلان بھی اسیطرف معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے مدعیانہ وہ کلام نقل کیا ہے صرف ناقلانہ طور پر نہین لکھا ہر چند کہ مورخ مذکور ایسے امور مین قابل استناد نہین مگر بادی النظر مین کلام مذکور دیکھکر احتمال تھا کہ کوئی خوش عقیدہ متزلزل ہو جاوے اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اُسکے متعلق بعض ضروری اُمور قلمبند کر دئیے جاوین کہ شبہات ناشیہ کا مختصر و مجمل جواب ہو جاوے -

امر اوّل - مورخ نے بعض رُواۃ حدیث مہدی مین کچھ جروح نکالکر ایک شبہہ پیدا کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایسے شبہات تو رجال صحیحین مین بھی پیدا ہوئے ہین پھر اُسکا جواب دیا ہے کہ گو اُنمین بھی شبہات ہین مگر اُنکا اسلئے اعتبار نہین کہ صحیحین کی تلقی بالقبول پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اسلئے وہ شبہات مضر نہین - مین کہتا ہون کہ اس سے ایک قاعدہ کلیہ مسلّمہ عند المورخ نکل آیا کہ اجماعیات مین رُواۃ کا مجروح ہونا مضر نہین اب کہتا ہون کہ جسطرح صحیحین کا متلقی بالقبول ہونا اجماعی ہے اسیطرح خبر ظہور مہدی کی اجماعی ہے اور جسطرح بعض منکرین تلقی صحیحین کا قول قادح اجماع نہین سمجھا گیا اسیطرح منکرین خبر مہدی کا قول قادح اجماع نہین ہوگا کیونکہ مُراد اجماع سے اجماع جمہور کا ہے اور غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہین سمجھا گیا سو یہ اجماع دونون جگہہ برابر ہے چنانچہ آجتک علماء معتبرین و ائمہ محدثین مستندین مین سے کسی نے اس اجماع کی مخالفت نہین کی بلکہ حسب تصریح مورخ مذکور ترمذی و ابو داؤد و بزاز و ابن ماجہ و حاکم و طبرانی و ابو یعلی الموصلی نے ایک جماعت کثیر صحابہ سے مثل حضرت علی و ابن عباس و ابن عمر و طلحہ و ابن مسعود و ابی ہریرہ و انس و ابی سعید الخدری و ام حبیبہ و ام سلمہ و ثوبان وغیرہم رضی اللہ عنہم سے باسانید و طرق مختلفہ اُسکو نقل کیا پس جسطرح بناءً علی الاجماعیۃ بعض رجال صحیحین کا مجروح ہونا مضر نہین اسی بنا پر بعض

رواۃ خبر مہدی کا مجروح ہونا مضر نہین بلکہ یہ اجماع خبر اجماع تلقی سے بھی زائد اولی بالقبول ہے کیونکہ یہ مستند الی النص ہے اور وہ محض مستند الی الرائے کہ مصنف صحیحین کو اپنی رائے سے معتمد وحجت سمجھا بلکہ محل متکلم فیہ مین اگر مستند اجماع کا بھی نہ معلوم ہوتا تو چونکہ یہ امر مدرک بالرائے نہ تھا لہذا مستند الی النص ہی سمجھا جاتا اور اب تو مستند اُسکا متعین بھی ہے اور نیز جب قول محققین پر سند اجماع کا معلوم ہونا بھی ضروری نہین تو معلوم ہو جانا دو بطریق ضعیف زائد مؤکد ومقوی اجماع کا ہوگا اور صحیحین مین اس خبر کا مذکور نہونا اس اجماع مین قادح نہین دو وجہ سے ایک تو یہی غیر مسلّم ہے کہ صحیحین مین یہ خبر مذکور نہین بلکہ مسلم مین یہ خبر موجود ہے گو مبہم سہی مگر جب مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے جیسا عنقریب مذکور ہوتا ہے تو وہ اسکا عین ہو جاویگی پس صحیحین بھی اُس سے خالی نرہینگی دوسرے حسب تصریح محدثین واصولیین اجماع کیلیئے سب کا قول جدا جدا نقل ہونا ضروری نہین بلکہ کسی قول کا شائع ہو جانا اور پھر کسی سے انکار منقول نہونا کافی ہے سو جبتک شیخین سے انکار اس خبر کا منقول نہو اجماع مین کوئی خلل نہین علاوہ اسکے یہ خبر شیخین کے قبل سلف مین شائع تھی اور کسی نے انکار نہ کیا پھر اجماع منعقد ہوگیا اور خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہین ہوتا چنانچہ اس مسئلہ ظہور مہدی کا عند الجمہور اجماعی ہونا خود مورخ کے قلم سے بھی نکل گیا چنانچہ صفحہ ۲۵۱ سطر اول مین کہتے ہین اعلم ان المشہور بین الکافۃ من اھل الاسلام علی ممر الاعصار انہ لابد الخ۔

امر دوم۔ ہر چند کہ محدثین نے تعیین حدیث متواتر مین کلام کیا ہے مگر محققین نے تصریح کردی ہے کہ اگر کتب احادیث کو تتبع کیا جاوے اور احادیث کے طرق واسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جاوے تو بہت احادیث مصداق متواتر کا نظر آوینگی چنانچہ ظاہر ہے **خبر مہدی** کے طرق مختلفہ کو اگر دیکھا جاوے تو اسکی کثرت حد مذکور تک لاریب مثل احادیث کثیرہ کے پہونچ گئی ہے جیسا امر اول مین اشارہ کیا گیا ہے کہ مخرجین ومخرج عنہم کس کثرت سے ہین اور ہر ایک کے طرق جداگانہ اس بنا پر خبر مہدی کے تواتر کا حکم کر سکتے ہین اور مسلّم ہے کہ متواتر مین رواۃ کا ثقہ وعادل ہونا شرط نہین پس جس محل

مین جرح قوی بھی مضر نہو تو جروح ضعیفہ مختلف فیہا تو کیا ضرر دینگے

امر سوم - جسقدر رُواۃ پر جرح کیا ہے دوسرے ائمہ سے خود مورّخ نے انکی توثیق بھی اکثر جگہ نقل کی ہے پس اُنکا جرح اختلافی ٹھیرا اسی کیئے مورّخ نے نقل جروح سے پہلے قاعدہ الجرح مقدم علے التعدیل ممہد کیا ہے تو اوّل یہ قاعدہ خود ظنّی ہے پھر اسین کلام طویل ہے تیسرے عدالت کا مسلم مین اصل ہونا اور وقت اختلاف کے الیقین لایزول بالشک کے اقتضا سے تعدیل کے تقدیم کی گنجائش ہے اور اکثر وہ جروح مختلف فیہا مین جیسا خود مورّخ کی تصریح سے ثابت ہے چوتھے یہ جرح اُسوقت مضر ہو سکتا ہے جب اُسکا انجبار نہ ہوا ہو اور جبکہ تواتر یا اجماع سے انجبار ہو گیا ہے پھر اُس سے کیا ضرر -

امر چہارم - حسب تصریح محدثین ضعف حدیث کا کثرت طرق سے منجبر ہو جاتا ہے پس جب ضعف متفق علیہ کا اُس سے انجبار ہو جاتا ہے تو ضعف مختلف فیہ کا انجبار کیون نہ ہو جاویگا بالخصوص ایسی کثرت کہ اُسکو حد تواتر تک سمجھ سکتے ہین جیسا اوپر مذکور ہوا -

امر پنجم - حسب تصریح اہل علم مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا حکم بتصحیح الحدیث ہے اور ضعف متاخر احتجاج متقدم کو مضر نہین پس جب ان رُواۃ مجروحین سے پہلے سلف اس پیشینگوئی کے معتقد رہے تو اُنھون نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کر دیا اور یہ ضعف بعد کو سند مین عارض ہو گیا تو یہ ظاہر ہے کہ اُنکے احتجاج مین ضعف لاحق مضر نہین ہو سکتا رہا متاخرین کیلئے سو سلف کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ مذکورہ صحیح کہدینا اور اس تصحیح کی اُنکی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیق بخاری کے حجت ہو گیا کہ بخاری ایک حدیث کو بلا سند نقل کرتے ہین مگر چونکہ اُنھون نے التزام صحت کا کیا ہے لہذا ابھی سند نہین ڈھونڈھتے انکی اس تصحیح ضمنی پر اکتفا کرتے ہین البتہ اس تعلیق کا مسند الی البخاری ہونا ضرور دیکھتے ہین سو ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ تصحیح ضمنی سلف کیطرف منسوب ہے پس متاخرین کے احتجاج مین بھی کچھ ضرر نہ ہوا

امر ششم بعض احادیث مین خود مؤرخ بھی کلام نہین کر سکے اُنمین سے بعض مین تو امام مہدی کی تصریح ہے چنانچہ صفحہ ۱۵ سطر ۱۶ مین حاکم کی روایت بطریق سلیمان بن عبید نقل کی ہے اور حاکم کا قول نقل کیا ہے حدیث صحیح لم یخرجاہ اور یہ جو اسکے بعد کہدیا ہے سلیمان بن

ابن عبید لم یخرج لہ احد من الستة سو یہ اسلیے مضر نہین کہ راوی کے مجروح ہونیکی
علت کسی نے آجتک یہ نہین بیان کی چنانچہ خود مورخ کو اسپر اعتماد نہوا اور استدراک
کے طور پر اسکے متصل ہی یہ کہنا پڑا لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولم یر ان احدا
تکلم فیہ اور چنانچہ صفحہ ۱۵۵ سطر ۳ مین حاکم سے روایت کی ہے اور حاکم کا قول نقل کیا ہے
صحیح علی شرط الشیخین پھر بدلیل یہ ثابت کرکے کہ شرط بخاری پر نہین ہے یہ مان لیا ہے کہ
شرط مسلم پر ہے کیونکہ اسمین بعض راوی ایسے ہین کہ بخاری نے اُنسے روایت نہین کی مسلم
نے کی ہے رہا اسکے بعد عمار ذہبی مین تشیع کا شبہ نکالنا یہ اسلیے مضر نہین کہ جب یہ امر مان
لیا کہ یہ مسلم کا راوی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہین تو یہ ظاہر ہے کہ امام
مسلم کا امام مسلم ہونا تو بنا صحت روایات کا ہو نہین سکتا بلکہ صرف امام مسلم کی روایات
اسی بنا پر صحیح مانی جاتی ہین کہ منتقد اعلیٰ درجہ کے ہین مجروحین سے روایت نہین کرتے
پس جب اُنھون نے عمار ذہبی سے روایت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اُسکے جرح کو قادح صحت
حدیث نہین سمجھتے اور راز اسمین یہ ہے کہ بڑا مدار اس باب مین صدق و حفظ پر ہے اکثر
متقدمین ائمہ ان دونون امر سے اطمینان کرکے حدیث نقل کرتے تھے اسلیے عمار کا راوی مسلم
ہونا صحت حدیث کیلیے کافی ہے اور بعض مین تصریح اسم مہدی کی نہین جیسے صفحہ ۱۵۷ سطر ۲
مین حاکم کی روایت طریق عوف سے نقل کرکے حاکم کا قول نقل کیا ہے ھذا صحیح علی شرط
الشیخین ولم یخرجاہ اور صفحہ مذکورہ سطر ۲۰ مین طبرانی کی روایت نقل کی ہے اور اسمین
کوئی جرح نہین نکالا اور اگر طبرانی کے اس قول سے شبہہ ہو رواہ جماعة عن ابی الصدیق
ولم یدخل احد منہم بینہ و بین ابی سعید احدا الا ابا الواصل فانہ رواہ عن الحسن
ابن یزید عن ابی سعید سو یہ مضر نہین کیونکہ حسب تصریح ائمہ محدثین زیادت ثقہ کی مقبول
ہے اور یہان زیادت ہے معارضہ نہین کیونکہ ابو الصدیق عن ابی سعید دوسرے طرق
مین معنعن ہے اسلیے دوسرے اس زیادت کی نفی نہین کرسکے کہ معارضہ ہو پس جب زیادت
محضہ ہے اور راوی ثقہ ہے پھر کیا ضرر اور اگر اس سے شبہہ ہو کہ مورخ نے ذہبی سے حسن
کا مجہول ہونا نقل کیا ہے سو یہ جرح مبہم ہے اسپر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل ابن حجر

کے متصل ہی مورخ کے کلام مین موجود ہے لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات جسطرح حضرت
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث تمر بالرطب مین ارشاد فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول
ہے تو تمام محدثین نے جواب مین کہا ہے کہ زید بن عیاش لکن اذ لم یعرفہ ابو حنیفہ
فقد عرفہ غیرہ اور اگر اس سے شبہہ ہو کہ ابو الواصل کی نسبت مورخ نے کہا ہے لم یخرج
لہ احد من الستۃ تو اسکا جواب پہلے گذر چکا ہے اور آگے خود مورخ کا قول موجود
ہے وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقۃ الثانیۃ وقال فیہ یروی عن انس وروی
عنہ شعبۃ وعتاب بن بشیر پس شعبہ جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہین اُنکی روایت کرنیکے
بعد ستہ کا روایت نہ کرنا تو قابل ذکر بھی نہین - اور صفحہ ۵۴ سطر ۱ مین صحیح مسلم سے دو حدیثین
نقل کی ہین اور ایک حدیث مسلم مین ہے جسکو مورخ نے نقل نہین کیا فینزل عیسے
ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا الحدیث پس یہ سب احادیث مورخ کے نزدیک
بھی صحیح ہین یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث اور ہر ایک پر کلام کرکے آخر مین مورخ کو خود بعض
احادیث کا استثنا کرنا پڑا حیث قال وھی کما رایت لم یخلص منہا من النقد الا القلیل
والاقل منہ مین کہتا ہون کہ اول تو ان احادیث صحیحہ کا قلیل کہنا مسلّم نہین چنانچہ مورخ
کے زعم پر جو حدیثین صحیح نقل کیگئی ہین وہ پانچ چھ ہین سو اس عدد کو قلیل کہنا تحکم ہے
چنانچہ ماہرہ حدیث پر مخفی نہین پھر اگر اسکو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو جب خبر واحد شریعت مین
حجت ہے پھر قلیل ہونا کیا مضر ہے بالخصوص ایسے اُمور مین کہ جسکا انکار کفر نہ ہو محض بدعت
ہو سو خبر مہدی من قبیل ان ہی اُمور کے ہے اور جب وہ قلیل اُمور کثیرہ سے مؤید ہو جاوے
تو ضرور حکم کثیر مین ہو جاویگا چنانچہ مویدات کثیرہ کا ذکر ہو چکا ہے اور اگر یہ شبہہ ہو کہ بعض ان
احادیث کی نسبت مورخ نے کہدیا ہے لم یقع فیہا ذکر المہدی ولا دلیل یقوم علی انہ
المراد منہا تو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو تصریح اسم مہدی کی نہونا مضر نہین کیونکہ اسکا مضر
ہونا بقول مورخ اسپر مبنی ہے کہ لا دلیل یقوم الخ سو اگر کوئی دلیل اسپر قائم ہو جاوے تو
انہدام بنائے مبنی بھی منہدم ہو جاویگا سو بندہ کہتا ہے کہ محدثین قریب قریب اسپر اجماع
کیے ہوئے ہین کہ اگر ایک امر متن مین یا سند مین مبہم ہو اور دوسری حدیث مین مفسر

اور قرائن قویہ سے دونون حدیثون کا متحد ہونا معلوم ہوتا ہو تو اُن مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے اور قطع نظر محدثین کے خود مورخ نے اس قاعدہ کو مان لیا ہے چنانچہ صفحہ ۲۰۵ سطر ۱۱ مین ابو داؤد کی روایت مین یہ سند ہے من روایۃ صالح ابی الخلیل عن صاحب لہ ام سلمۃ الخ سواسمین، صاحب مبہم تھا آگے چھ سطر بعد دوسری روایت مین یہ سند ہے من روایۃ ابی الخلیل عن عبد اللہ بن الحارث عن ام سلمۃ اس مقام پر مورخ کہتے ہین فتبین بذلک المبھم فی الاسناد (اور یہ حدیث ذکر مہدی مین ہے جسکی نسبت یہ بھی کہتے ہین رجالہ رجال الصحیحین لامطعن فیہ ولا مغمز گو آگے دو شبہے نکالدیئے ایک قتادہ کا مدلس ہونا جسکو قد یقال صیغہ تمریض سے بیان کیا ہے جس سے خود مورخ کے نزدیک اسکا غیر مرضی ہونا مترشح ہوتا ہے دوسرا شُبہہ تصریح اسم مہدی کا نہونا جسکا جواب اسوقت ہو رہا ہے خیر یہ جملہ معترضہ ہے ہماری غرض اس سے متعلق نہین) اس فتبین سے معلوم ہوا کہ وقت قیام قرائن کے اس مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے ورنہ یہان بھی کوئی شخص کہسکتا ہے دلیس فی الاسناد الاول تصریح باسم الصاحب فکیف حکمت بکونہ تبیینا غرض محدثین اور خود مورخ کے تسلیم واعتراف سے یہ قاعدہ ثابت ہوگیا اب احادیث مصرحہ باسم المہدی وغیر مصرحہ بہ کے اسانید والفاظ کو ملاکر تتبع کرنیسے ہر عاقل اُنکے اتحاد اسانید وتقارب الفاظ پر نظر کرکے بلا تکلّف دونون قسم کی روایات کو بزبان حال یہ کہتے دیکھیگا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ٭ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

چنانچہ تمام محدثین کا ان احادیث مبہمہ کو باب ذکر المہدی مین لانا دلیل قطعی ہے اس حمل کی چنانچہ مورخ بھی صفحہ ۲۰۵ سطر ۹ مین کسی محدث کا قول جو اسی پر مبنی ہے نقل کرتے ہین وقد یقال ان حدیث الترمذی وقع تفسیر لما رواہ مسلم فی صحیحہ الخ اور یہ تمریض ہمکو مضر نہین کیونکہ اس سے مورخ کی رائے کا استنباط کرنا مقصود نہین بلکہ صرف یہ بتلایا ہے کہ محدثین کا یہ مسلک ہے اور مورخ کے کلام سے جو اس قاعدہ کی تائید ہوتی ہے وہ ابھی مذکور ہوچکی پس حتماً یہ مبہمات ومفسرات ایکدوسریکا عین ہین اسلیئے تصریح نہونا قادح ومضر نہوا اور خواہ مخواہ کے احتمالات نکالنا قابل التفات نہین کیونکہ یہ احتمالات غیر ناشی عن دلیل ہین بلکہ بعد

افادۃ الدلیل علی خلافہا ہین اسلیئے محض ساقط ہین دوسرے اگر ان احادیث غیر مصرحہ سے قطع نظر بھی کیجاوے تب بھی احادیث مصرحہ ہی کافی ہین کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ان اُمور مین خبر واحد حجت ہے لاسیما اذا تأید بشواهد اخری قویۃ کما تلوناہ علیک مرارا اس قاعدہ مذکورہ کی مثال ہمارے کلام مین بھی موجود ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ آج ہمارے پاس ایک شخص ایسے ایسے اوصاف کا آیا تھا پھر کہے کہ آج ہمارے پاس زید آیا تھا جسمین فلان فلان اوصاف ہین اور وہی اوصاف مذکورہ بیان کرے ہر عامی سمجھ جاویگا کہ وہ مبہم شخص زید ہے۔

امر ہفتم۔ بعض منکرین مہدی نے روایت لا مهدی الا عیسی بن مریم سے استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال تام نہین اول باعتراف مورخ حدیث مذکور ضعیف و مضطرب ہے جیسا صفحہ ۵۰۰ سطر ۲۰ مین تصریح ہے ثانیاً محتمل التاویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماول ہے کیونکہ مہدی کے جو اوصاف احادیث مین آئے ہین بالیقین اُنسے تغایر مہدی و عیسی علیہ السلام کا ثابت ہے پس جب حقیقت پر حمل متعذر ہے تو مجاز پر محمول ہوگا آگے تعیین تاویل مین کلام باقی رہا سو بعض نے تو مہدی کو معنی منسوب الی المهد پر محمول کیا ہے جیسا کہ مورخ نے نقل کیا ہے گو اُسکو مخدوش کر دیا ہے حدیث جریج سے مگر اس حصر کو باعتبار انبیاء علیہم السلام کے کہا جاوے تو مورخ کا خدشہ مدفوع ہے بعض نے مہدی لغوی مراد لیا ہے اور بقاعدہ المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل مہدی کامل کا مصداق صرف نبی ہو سکتا ہے مطلب یہ ہوگا کہ بعد میرے مہدی کامل صرف عیسی علیہ السلام ہونگے توضیح اسکی یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے لا نبی بعدی فرما کر خبر دیدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا اس عموم سے متبادر ہوا کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آویگا نہ مستقل ہو کر نہ تابع ہو کر آپ اسکی نفی فرماتے ہین کہ میرے تابع ہو کر عیسی علیہ السلام تشریف لاوینگے چونکہ مستقل نبی مین ہادی ہونیکی شان غالب ہے اور تابع مین مہدی ہونیکی حتی کہ اُسکا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونیسے اسلیئے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا گویا معنی یہ ہوئے کہ البتہ تابع ہو کر صرف عیسی علیہ السلام تشریف لاوینگے۔ تیسری توجیہ جو سب سے زیادہ سہل اور بے تکلف اور قریب المأخذ اور ذوق لسانی سے چسپان ہے یہ راقم الفقاہ ربانی لکھتا ہے گویا معنی متعین حدیث کے یہی ہین وہ یہ ہے

کہ یہ ترکیب دو چیزون کے کمال اتحاد کیلئے ہوتی ہے گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ المحمول ٹھیرے اور موضوع محمول مین اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزون کا زمانہ بہت متقارب ہوا اور ایک کا وقوع مشعر دوسری شے کے عنقریب واقع ہو جانیکو ہو تو باعتبار زمان کے ایک کو موضوع ایک کو محمول بنا دیتے ہین جیسا حدیث مین ہے عن معاذ بن جبل رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة والملحمة فتح قسطنطنية وفتح قسطنطنية خروج الدجال الحدیث اخرجہ ابو داؤد والترمذی اس حدیث مین چار قضایا اسی قسم کے ہین جنمین محمول کا حمل موضوع پر بہین معنی ہے جب یہ مقدمہ سمجھ مین آگیا تو اب معنی المہدی عیسی بن مریم کے خوب صاف ہوگئے کہ اُدھر مہدی کا ظہور ہوا اور تھوڑے روز مین نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سمجھو پس تقارب زمان سے مجازاً دونون مین اتحاد کا حکم کر دیا بہرحال منکرین کا اسمین استدلال باقی نرہا ۔

امر ہشتم ۔ اسکے بعد مورخ نے اس باب مین متصوفہ کا کلام ذکر کر کے اُسپر کچھ گفتگو کی ہے مگر وہ بھی مضر نہین کیونکہ اس مسئلہ کا مدار صرف کشف پر نہین احادیث صحیحہ پر ہے جیسا بیان ہو چکا البتہ کشف سے زیادہ اطمینان ہو جاتا ہے اور کشف گو حجت شرعیہ نہین مگر شریعت نے اُسکا ابطال بھی نہین کیا بلکہ دلائل شرعیہ اُسکا اثبات کرتے ہین چنانچہ رویا جو کشف سے کم درجہ ہے حدیث صحیح مین خود اُسکی نسبت شب قدر کے باب مین ارشاد ہے اری رویاکم قد تواطئت فی السبع الاواخر دوسرے اذان کے باب مین ارشاد ہے انہا رویا حق تیسرے الرویا من اللہ اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات وغیر ذالک حدیثین اُسکا اثبات کر رہی ہین جب ضعف کا شرعاً اعتبار ہے تو قوی کا کیون نہو گا پھر خود کشف کا تصریحاً بھی حدیث مین اثبات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محدث فرمانا اسکی صریح دلیل ہے اسکے علاوہ حضرات صحابہ اور بہت سے اولیا کا کشف سے خبر دینا اور اُسکا صحیح ہو جانا جو تواتر سے ثابت ہے کسطرح انکار کیا جا سکتا ہے البتہ جو کشف کسی امر شرعی کے معارض ہو وہ بلاشک مردود ہے یا ماؤل ورنہ فی نفسہ مقنع ہے اور اگر احادیث کا مؤید اور احادیث سے متائد ہو تب تو اُسکے مقبول ہونمین شبہہ ہی نہین

پس جبکہ خبر مہدی کے متعلق جو کشف ہے وہ موافق احادیث کے ہے تو کیون نہ مقبول ہوگا رہا کسی خاص جزئی کا جس سے حدیث مین تعرض نہ کیا گیا ہو مکاشفہ مین زائد مذکور ہونا اسکو کوئی عاقل مخالفت نہین کہسکتا اور نہ اس امر زائد کا غلط ہو جانا اصل کشف مین قادح ہو سکتا ہے جیسا مورخ نے ابن العربی کا قول ظهوره یکون من بعد مضی خ ف ج من الهجرة نقل کرکے خود اُسکی تفسیر کی ہے ورسم حروف ثلثة یرید عددھا بحساب الجمل وھو الخاء المعجمة بواحدة من فوق ستمائة والفاء اخت القاف بثمانین والجیم المعجمة بوحدة من اسفل ثلثة و ذلک ستمائة وثلاث وثمانون سنة اور تفسیر کرکے اعتراض کردیا ہے انصرم ھذا العصر ولم یظهر سو ایک جواب تو اسکا ہماری تقریر بالا سے معلوم ہوگیا کہ کسی امر خارجی کے غلط ہونیسے اصل مقصود مین قدح لازم نہین آتا دوسرے یہ اعتراض مبنی ہے تفسیر مذکور پر سو وہ مسلّم نہین کیونکہ یہ قیاس ہے مورخ کا ممکن ہے کہ شیخ کی کوئی خاص اصطلاح ہو اور غالب بلکہ قریب یقین یہی ہے چنانچہ راقم نے ایک رسالہ کشفیہ مسمّٰی بہ شجرۂ نعمانیہ مکہ معظمہ مین دیکھا ہے اُسمین بہت پیشینگوئیان ہین جنمین بعض واقع بھی ہو چکی ہین سو اُسمین واقعات واقعہ کو جو شراح نے حل کیا ہے وہ حساب ابجد پر مبنی نہین کوئی اور اصطلاح ہے جسکا راقم کو باوجود نہایت غوض و تدبّر کے پتہ نہین لگا اور اُسمین ایک عجیب امر اور ہے کہ اُس اصطلاح مین بھی کوئی قاعدہ منضبط نہین ہر مقام پر جدا اصطلاح ہے کیونکہ مقصود اُنکو اخفا ہے اسی لئے اُنھون نے مختلف رموز پر بنی کیا ہے اور اسپر بھی اندیشہ ہوا کہ شاید کوئی سمجھ جاوے تو اُسمین ایمان مغلظ ناظر پر دی ہین کہ اگر کوئی سمجھ جاوے تو ہرگز اُسکا اظہار نہ کرے پھر لطف یہ کہ جن شراح نے بعض واقعات کو حل کیا ہے اُنھون نے بھی رموز مین لکھا ہے اور وہی وہم اُنکو ہوا اور اُسکا علاج اُنھین قسمون سے اُنھون نے کیا تو ایسی حالت مین کیونکر احتمال ہو سکتا ہے کہ شیخ نے ابجد کے حساب پر مبنی کیا ہوگا کیونکہ یہ حساب تو ایسا مبتذل ہے کہ بچے بھی جانتے ہین پھر اخفا کسطرح ممکن ہوتا اور یہ قسمین سب بیکار ہوتین کیونکہ خواص کو منع کرنا جب مفید ہے کہ عوام نہ سمجھین اور اس حساب کو عوام بھی سمجھ سکتے ہین پھر یہ تمام مساعی بیکار تھین غرض تغلیظ ایمان دلالت کر رہی ہے کہ مقصود شیخ کا نہایت اہتمام کرنا ہے اخفا مین پھر ایسے حروف مین لکھنا خود اُنکے مقصود

کے مناقض ہوگا جیسا خود مورخ نے علامات سے خزانہ تلاش کرنیوالونپر اسی تقریر سے طعن کیا ہے حیث قال وایضا فمن اختزن مالہ وختم علیہ بالاعمال السحریۃ فقد بالغ فی اخفائہ فکیف ینصب علیہ الادلۃ والامارات لمن یبتغیہ ویکتب ذلک فی الصحائف حتی یطلع علی ذخیرتہ اہل الاعصار والآفاق ہذا یناقض قصد الاخفاء صفحہ ۱۸۹ پس غالباً ان رموز کا کوئی ایسا قانون ہے جو معلوم نہین پس بدون علم اُس قانون کے تفسیر صاف کسطرح قابل اعتداد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ مورخ نے لکھا ہے اذ الرمز انما یہدی الی کشفہ قانون یعرف قبلہ ویوضع لہ واما مثل ہذہ الحروف فدلالتہا علی المراد منہا مخصوصۃ بہذا النظم لا یتجاوزہ اھ پس جب تفسیر مذکور کا صحیح ہونا ثابت نہین بلکہ تقریر مذکور سے اسکا غیر صحیح ہونا ثابت ہے پھر اعتراض بھی باطل وساقط ہوگیا اور رؤیا وکشف کا معتبر ہونا تو احادیث سے ثابت ہی ہے مگر خود مورخ بھی اسکے معترف ہین چنانچہ صفحہ ۵۱ کے سطر ۲ اور صفحہ ۵۲ کے سطر ۱۴ اور صفحہ ۵۴ کی سطر ۲ سے سطر ۳ تک اور صفحہ ۵۵ کے آغاز کے مطالعہ سے واضح ہوسکتا ہے جب اُسکے معتبر ہونیکا اعتراف کرلیا پھر سب شبہات ناقابل اعتبار ہونگے ہذا ما عندی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ولیکن ہذا آخر ما رمناہ فی ہذا الباب ہو اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔ ۲۱ شعبان مقام لکھنؤ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ سانڈ کا کھانا حلال ہے یا حرام چونکہ اسمین مقلدین وغیر مقلدین مین اختلاف ہے لہذا مفصل تحریر فرمائیے اور نیز تفسیر احمدی مُلاجیون ملاحظہ فرمالیجئے اور ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ الخ کا کیا مطلب ہے۔

حکم سانڈ وغیرہ

الجواب۔ اسمین تفصیل ہے کہ ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نام نذر کوئی جانور کردیا اور اسی نیت سے اُسکو ذبح کیا گو وقت الذبح بسم اللہ بھی کہے یہ تو حرام ہے قرآن مجید مین اسکی حرمت منصوص ہے اور کتب فقہ در مختار وغیرہ مین تصریحاً مذکور ہے دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر وعنوان مین ہے نیت مین اُنکا تقرب وترضی مقصود نہین جیسے حدیث مین عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے ہذہ عقیقۃ فلان یہ بلاشبہ حلال ہے اور صاحب تفسیر احمدی اسکو حلال کہتے ہین چنانچہ اُنکا منہیہ اسکا شاہد ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے بہ نیت و عقیدہ فاسدہ اُسکو چھوڑا اور حاکم وقت
نے کسی وجہ سے اُسکو پکڑ کر نیلام کر دیا اور کسی نے خرید کر اُسکو ذبح کیا یہ حلال ہے کیونکہ استیلاءً
موجب ملک ہے جب مالک وہ پہلا شخص نہ رہا اُسکا فساد نیت قابل اعتبار نہین۔
چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے اُسے نیت بد سے چھوڑ دیا تھا دوسرے شخص نے
چرا چھپا ذبح کیا یہ حرام ہے دو وجہ سے اول فساد نیت مالک سے کیونکہ سائبہ کرنیسے
خارج عن الملک نہین ہوتا دوسرے غصب و سرقہ کی وجہ سے پانچوین صورت یہ ہے
کہ مالک نے اپنی نیت فاسدہ سے توبہ کر لی اور اس حیوان کو ذبح کیا یہ حلال ہے لا تفاع
علۃ النہی اور ماجعل اللہ الخ کا مطلب اُس فعل کی نفی ہے جو مزعوم کفار تھا یعنی حرمت
انتفاع بوجہ تعظیم و احترام۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ زید نے انتقال کیا اور خالد و ولید عمر و پسران اور ساجدہ عابدہ دختران اور حامدہ
زوجہ چھوڑی ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا اُسنے ترکہ زید کو بموجب شرع شریف تقسیم کیا مگر مسماۃ
عابدہ کو اُسکے حصہ کا نصف ادا کیا اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا بعدہ مسماۃ عابدہ نے
انتقال کیا اور ایک پسر اور ایک دختر اور شوہر چھوڑا وارثان متوفیہ نے خالد سے باقی نصف
جو زر نقد تھا طلب کیا تب خالد نے ایک ہفتہ مین ادا کر دینے کا وعدہ کیا اسیطرح پر خالد پر
تقاضے ہوتے رہے اور وہ ہفتہ عشرہ مین دینے کا وعدہ کرتا رہا آخر کار خالد نے کہدیا کہ میرے
چوری ہوگئی اور میرے مال کیساتھ نصف حصۂ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری گیا بعد اسکے
خالد نے اپنے لئے جائداد خریدی اب یہ دریافت طلب ہے کہ جو نصف حصہ مسماۃ عابدہ
کا خالد کے پاس باقی رہگیا ہے وہ از روئے شرع شریف خالد کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہین۔

تقسیم بدون افراز حصص

الجواب۔ فی الدر المختار من کتاب القسمۃ و رکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز و التمیز
بین الانصباء ککیل و ذرع و فیہ ایضاً عن الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر و غائب او بالغ
و صغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الاٰخرین و الا لا الخ
روایات بالا سے معلوم ہوا کہ تقسیم مین جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہو جاوے وہ تقسیم معتبر نہین
بلکہ مال مشترک بدستور مشترک رہیگا۔ اسیطرح اگر بعض شرکا اپنا حصہ علیحدہ کر لین مگر بعض کو

انکا حصّہ تسلیم نہ کیا جاوے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہین ہوتی پس صورت مسئولہ مین عابدہ
کا نصف حصّہ جب اُسکو تسلیم اورادا نہین کیا گیا تو وہ مشترک رہا اُسکو از سر نو تقسیم کرکے
دیکھینگے کہ اس باقی مین سے عابدہ کا کتنا حق ہے وہ سب ورثہ سے حصّہ رسد اُس مقدار
حق کی تکمیل کرنیکے لئے مطالبہ کرنیکی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا مین وہ وفات پاچکی ہے
اسلئے اُسکے ورثہ اسیطرح اس مطالبہ کے مستحق ہین - فقط واللہ تعالیٰ اعلم - ٦ اصفر المظفر سنہ ١٣٢١ھ

زیور صرف کردن زوجہ در عمارت زوج

سوال - بروقت تعمیر اور مکان طیار ہونیکے بعد حاجی صاحب مرحوم نے بہت دفعہ کہا
کہ یہ مکان مسماۃ .... زوجہ ثانیہ کیلئے بنوایا گیا ہے اور اس ہی وجہ سے چارسو روپیہ کا زیور
مسماۃ مذکورہ کا حاجی صاحب نے فروخت کرکے اسمین لگایا آیا اس مکان مین میراث جاری
ہوگی اور سب وارثون مین تقسیم ہوگا یا مسماۃ .... کا ہوگا -

الجواب - اگر اسکو ہبہ مان لیا جاوے تو ہبہ اُسوقت صحیح ہوسکتا ہے جب ہبہ کرنیوالا
بالکل اُس مکان کو اپنی چیزون سے خالی کرکے موہوب لہا کو قبضہ کرادے اگر ایسا ہوا ہے
تو بعد اقامۃ شہود ہبہ صحیح ہوگا ورنہ نہین فی الدر المختار وتتم الهبة بالقبض الكامل ولو الموهوب
شاغلا لملك الواهب لا مشغولا به الى قوله فلو وهب جرابا فيه طعام او دارا فيها
متاع او دابة عليها سرجه وسلمها كذلك لا تصح وبعكسه تصح اھ اور زیور اُسمین لگانا غایۃ
مافی الباب قرینہ ہبہ کا ہوگا مگر ہبہ مین جو شرط ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے جیسا اوپر بیان
ہوا لیکن جبتک ہبہ صحیح نہو گا وہ زیور بطور احسان کے زوجہ کیطرف سے سمجھا جاویگا - فقط واللہ اعلم -

صورتہای [illegible] ذی حق

سوال - ترکہ مرحوم کی آمدنی حاجی .... صاحب شوہر مسماۃ .... دختر مرحوم ہی نے وصول
کرکے اپنی رضامندی سے بلا کسی شرط کے مسماۃ .... کو سرکاری مالگذاری مسماۃ مذکورہ
سے لیکر دی - آیا یہ اُسکے حق مین محسوب ہوگا یا مرحوم کا اسکے ذمہ قرض رہیگا یا کیا صورت ہوگی -

الجواب - کسی ذی حق کو کچھ دینے کی کئی صورتین ہین

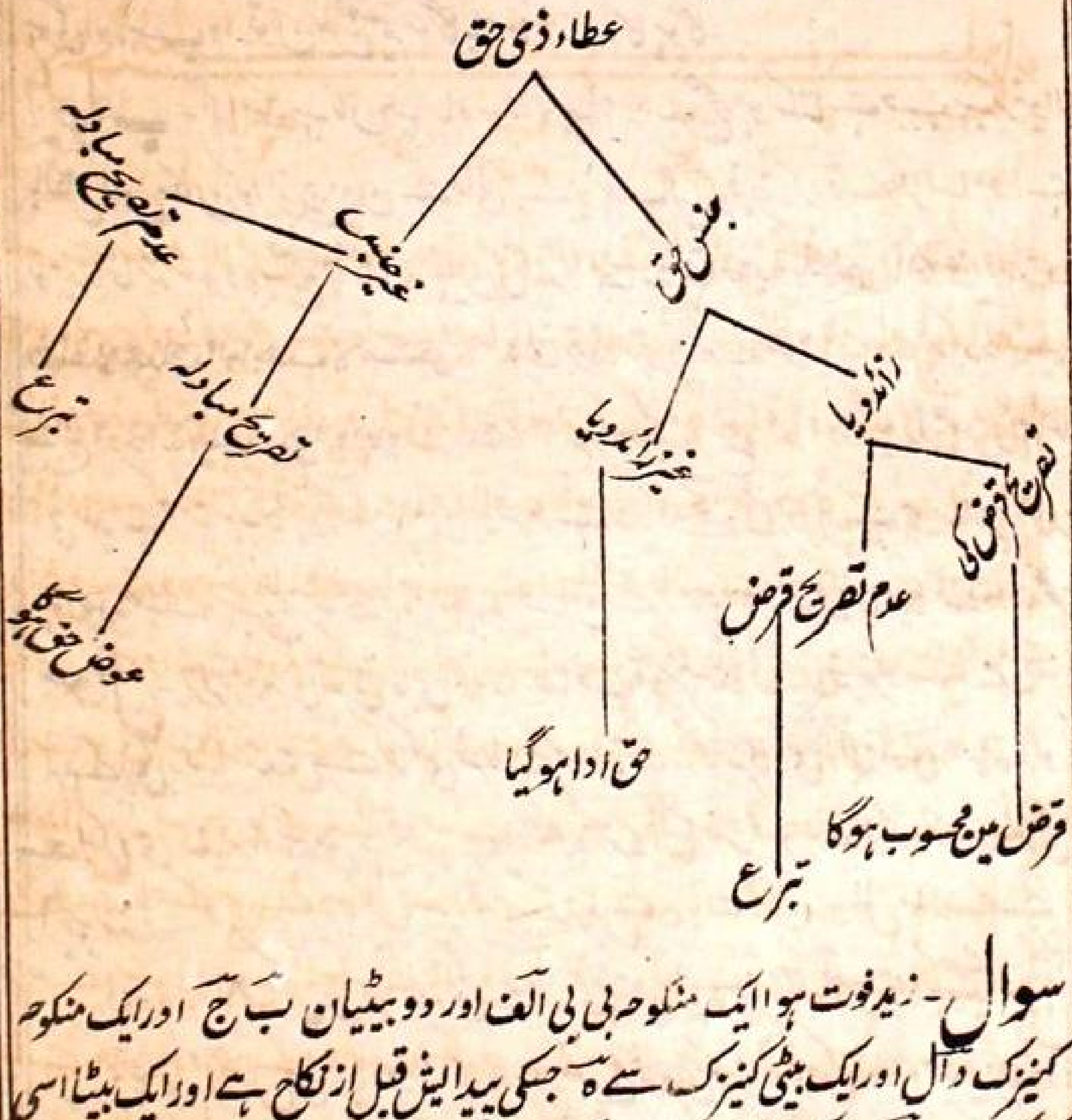
(١) یہ کہ اُسکا جنس حق دیا اور حق سے زائد نہین دیا اسمین اُسکا حق ادا ہوگیا -

(٢) یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح کردی کہ زائد قرض ہے اسمین بقدر واجب
حق ادا ہوگیا اور زائد قرضہ رہا -

(۳) یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح قرضہ کی نہین کی تو بقدر واجب حق ادا ہو گیا اور زائد احسان ہوا۔

(۴) یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح کردی کہ تمہارے حق واجب کے عوض مین دیا جاتا ہے تو اسمین اُسکا حق ادا ہو گیا جسقدر مقدار حق کے عوض مین دینے کی تصریح ہوئی ہے اور دونون رضامند ہو گئے ہین۔

(۵) یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح نہین کی تو اس مین یہ دینے والے کا احسان ہوا اصل حق باقی رہیگا پس ان صور تو ان مین سے جو واقع ہوئی ہو ویسا حکم ہوگا استیعاب صور کیلئے شجرہ مذکور ہے۔



سوال۔ زید فوت ہوا ایک منکوحہ بی بی الف اور دو بیٹیان ب ج اور ایک منکوحہ کنیزک د اور ایک بیٹی کنیزک ہ سے جسکی پیدایش قبل از نکاح ہے اور ایک بیٹا اسی کنیزک سے ز اور ایک حقیقی چھوٹا بھائی وارث چھوڑے پھر بیٹا باپ سے پانچ سال

بعد فوت ہوا اندرین صورت زید کا ترکہ بروئے میراث ہر پسماندہ کو کتنا پہونچیگا۔

الجواب مسئلہ ۳۲ تصحیح ۹۶

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولودہ قبل نکاح	ابن	اخ
الف	د	ب	ج	ہ	ز	ط
۶	۶	۲۱	۲۱	م	۱۴	م

مسئلہ ۶ مف ۱۴ ابن

ام	اخت لام	اخت لاب	اخت لاب	عم
د	ہ	ب	ج	ط
۱	۱	۱۴	۱۴	م

الاحیاء المبلغ ۹۶

الف	د	ب	ج	ہ
۶	۱۳	۳۵	۳۵	۷

صورت مندرجہ بالا مین بعد تقدیم مایقدم علی الارث مثل تجہیز وتکفین وادائے دیون جسمین مہر ہر دو زوجہ بھی ہے وتنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ ترکہ زید کا ۹۶ سہام ہو کر الف یعنی زوجہ زید کو چھ سہام اور د یعنی زوجہ ثانیہ کنیزک کو تیرہ ۱۳ سہام اور ب و ج یعنی ہر دو دختران زید کو پینتیس ۳۵ پینتیس ۳۵ سہام دلائے جاوین اور ہ یعنی وہ بیٹی جسکی پیدایش قبل از نکاح ہے وہ چونکہ زنا سے پیدا ہوئی ہے اسلئے شرعاً زید سے اُسکا نسب ثابت نہوگا تو اُس سے وارث نہوگی لیکن ز یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیافی بہن ہے اسلئے اُس سے وارث ہوگی اُسکے ترکہ سے ہ کو سات سہام ملینگے۔ فقط ۱۰۔ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ۔

سوال۔ کسی چور یا چور کے دوست کے پاس مال مسروقہ رکھا ہے اب اسکے دلمین یا جسکو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کردیا ہے یہ بات ڈالی کہ یہ مال ہمارے لئے حرام ہے اسکو واپس کرنا چاہئے یا اگر وہ مال خرچ ہو گیا ہے تو اسکی قیمت مالک تک پہونچانا چاہئے مگر چور اور چور کے دوست جسکو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کیا ہے دونوں کو اندیشہ ہے کہ اگر مال یا مال کی قیمت مالک تک پہونچائینگے تو حال کھل جاویگا اور بیعزتی کے علاوہ

براہ راست یا بواسطہ بلا اطلاع مالک

قید کا خوف ہے تو کیا حیلہ کرے جس سے مالک کو مال یا قیمت پہونچ جائے اور چور اور چور کے دوست کی بیعزتی بھی نہو۔

الجواب - پوشیدہ طور پر وہ مال مالک کے قبضہ مین جس تدبیر سے چاہے پہونچا دینے سے یہ بری الذمہ ہو جاویگا مالک کو اُسکی اطلاع کی حاجت نہین کہ فلان شخص نے یہ میرا حق دیا ہے فی الدر المختار کتاب الغصب ویبرء بردھا ولو بغیر علم المالک الی قولہ وکذا لو سلمہا الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء اھ - واللہ اعلم - ۱۰ - ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال - چند سال سے ہندوستان کے کئی مقامات مین رجبی شروع ہونے لگی ہے یعنی ۲۷ و ۲۸ شب کو حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی معراج کا حال پڑھا جاتا ہے اور بڑا مجمع ہوتا ہے اور کثرت سے روشنی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور بعض جگہ اسی مجلس مین بعد بیان معراج شریف قوالی ہوتی ہے اور حال آتا ہے اور یوماً فیوماً اُسکی ترقی ہے تو براہ مہربانی شریعت کی رو سے اسکے مضار و منافع سے مطلع فرمائیے کہ اسکا کرنیوالا اور شریک ہونیوالا اور مدد دینے والا داخل حسنات ہوگا یا موجب سیئات۔

الجواب - جلسہ رجبی بہیئت متعارفہ زمانہ ہذا مین جو منکرات مجتمع ہین وہ ظاہر ہین - التزام مالا یلزم جسکی کراہت فقہاء کے کلام مین منصوص ہے اور بہت فروع فقہیہ کو اُسپر متفرع کیا ہے کما لا یخفی علی الماہر کثرت روشنی مین اسراف کا ہونا جسکی ممانعت منصوص قرآنی ہے - اُسمین تداعی کا اہتمام جو تطوعات کیلئے مکروہ ہے اسی بنا پر جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے - اور بھی جسقدر منکرات کو محققین نے مجالس متعارفہ میلاد مین ذکر کیا ہے اکثر بلکہ کل مع شیٔ زائد اُسمین مجتمع ہین - بالخصوص اگر اُسکے ساتھ قوالی بھی ہو تو منکرات مضاعف ہو جاوینگے کیونکہ مجالس متعارفہ سماع مین شرائط اباحت محض مفقود ہین اور عوارض مانعہ بکثرت موجود ہین چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو سماع متعارف پر منطبق کرنیسے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے بنا بر وجوہ مذکورہ جلسہ مذکورہ کے داعی اور ساعی و بانی و معین و شریک سب کے سب شرعاً قابل ملامت و تشنیع ہونگے طالب حق کیلئے یہ مختصر کافی ہے اور مخاصم کیلئے دفتر کے دفتر غیر وافی ہین - ۲ شعبان ۱۳۲۲ھ -

حکم اثبات و اسقاط الف ذاقا وغیرہ

سوال - الف تثنیہ کا جیسے الف ذاقا الشجرۃ وقالا الحمد للہ الذی کا اور واؤ جمع کا جیسے وقالوا الحمد للہ وافعلوا الخیر کے درج کلام مین ساقط ہوتا ہے یا نہین اور اُسکو پڑھنا چاہیئے یا نہین -

الجواب - اس باب مین کوئی معتبر سند میری نظر سے نہین گذری البتہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب رح نے اپنے بعض رسائل مین بموقع التباس مین الف تثنیہ کے کسی قدر اظہار کو لکھا ہی مگر واو جمع مین نہین لکھا مگر چونکہ اسپر کوئی دلیل قائم نہین کی لہذا میرا معمول نہین اور التباس تو بعض جگہ واو جمع مین بھی ہے جیسے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن حالانکہ وہان کوئی قائل نہین اور رفع التباس کیلئے قرینہ سباقیہ وسیاقیہ کافی ہے - واللہ اعلم -

بیع متولی اسباب مسجد کو

سوال - متولی مسجد مسجد کی کوئی شے کسیوجہ سے فروخت کر سکتا ہے یا نہین

الجواب - یہ شے جسکا بیچنا چاہتے ہین اگر فرش وجانماز یا قندیل وغیرہ ہے یعنی ایسی چیز ہے جو مسجد کی عمارت مین متصل نہین اور منقول ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ جسنے یہ شے مسجد مین دی ہے وہ اسکو بیچ سکتا ہے اگر وہ نہو اُسکا وارث اور جب وہ بھی نہو تو باجازت قاضی اسلام یا باتفاق اکثر اہل اسلام بیع جائز ہے اور اگر وہ شے ایسی ہے جو مسجد کے اندر بطور جزو کے لگ چکی تھی پھر جدا ہو گئی جیسے کڑی تختہ وغیرہ یا اینٹین بعد انہدام کے تو قاضی یعنی حاکم اسلام کی اجازت سے اور اگر وہ نہو تو اکثر اہل اسلام کے اتفاق سے اُسکی بیع جائز ہے اور اگر وہ شے از قسم جائداد غیر منقول ہے جو مسجد کیلئے وقف ہے تو اسکا بیچنا کسیطرح جائز نہین فی العالمگیریۃ من کتاب الوقف ذکر ابو اللیث فی نوازلہ حصیر المسجد اذا صارت خلقا و استغنی اہل المسجد عنہا وقد طرحہا انسان ان کان الطارح حیا فہو لہ وان کان میتا ولم یدع لہ وارثا ارجوان لا باس بان یدفع اہل المسجد الی فقیر او ینتفعوا بہ فی شراء حصیر اخر للمسجد والمختار انہ لا یجوز لہم ان یفعلوا ذلک بغیر امر القاضی کذا فی المحیط السرخسی و فی المنتقی بواری المسجد اذا خلقت فصارت لا ینتفع بہا فاراد الذی بسطہا ان یاخذہا ویتصدق بہا بعد ما خلقت لم یکن لہم ذلک اذا کانت لہا قیمۃ وان لم یکن لہا قیمۃ لا باس بذلک کذا فی الذخیرۃ وایضا فیہا اہل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ وایضا فیہا و فی الفتاوی النسفیۃ سئل عن اہل المحلۃ باعوا وقف المسجد لاجل عمارۃ المسجد قال لا یجوز بامر القاضی وغیرہ کذا

فی الذ خیرۃ اہ قلت قد سمعت استاذی ان عامۃ اہل الاسلام بمنزلۃ القاضی قلت لان ولایتہ مستفاد منہم فکانہم وکانہم ہو فقط واللہ اعلم۔

جواب اشکال ادخال کفار در دوزخ بوجود رحمت ارحم

سوال - ایک صاحب فرماتے ہین کہ مجکو تعجب ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالے اپنے بندون کو مان باپ سے بڑھکر چاہتاہے پھر کافرون کو خلود دائمی دوزخ مین کیون فرمائیگا۔ اولاد چاہے کیسی ہی بُری سے بُری ہو لیکن باپ اسکی تکلیف ہرگز گوارا نہین کرتا اور اُسکو مصیبت مین نہین دیکھ سکتا۔

الجواب - یہ سوال خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ایک عورت نے کیا تھا حیث قالت الیس اللہ ارحم بعبادہ من الام بولدھا قال صلی اللہ علیہ وسلم بلی قالت ان الام لا تلقی ولدھا فی النار فاکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبکی ثم رفع راسہ فقال ان اللہ لا یعذب من عبادہ الا المارد المتمرد الذی تمرد علی اللہ وابی ان یقول لا الہ الا اللہ رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن عمر کذا فی المشکوۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا اُسکا حاصل اصطلاحی الفاظ مین یہ ہے کہ عباد گو عام ہے مگر دوسرے دلائل نے اسمین سے بعض کو خاص کردیا ہے جو ملعون ہوکر دائرہ رحمت سے خود نکل گئے ہین پس عباد دو قسم کے ہوئے ایک مرحومین اور اُنپر اسقدر رحمت ہے کہ والدہ کو ولد پر نہین دوسرے غیر مرحومین سو اُنپر آخرت مین رحمت ہی نہو گی پھر زیادتی کمی کا کیا ذکر یا یون کہو کہ عبادہ عام نہین ہے خود اضافت تخصیص کو مفید ہے یعنی بندگان خاص جیسے قرآن مجید مین عباد الرحمن کو خاص کیا ہے موصوف بصفات خاصہ سے۔ رہا یہ کہ والدہ کو تو سب اولاد پر رحمت ہوتی ہے اللہ تعالی کو سب عباد پر کیون نہین اسکا جواب یہ ہی کہ رحمت والدہ کی اضطراری ہے مشیت پر موقوف نہین اسلئے عام ہے اور اللہ تعالی کی رحمت اختیاری ہے اور مشیت پر موقوف ہے جسکا سبب ظاہری اعمال صالحہ ہین اسلئے آخرت مین خاص ہے البتہ دنیا مین عام ہے رہا مرحومین کو تکلیف ہونا سو وہ تہذیب ہے تعذیب نہین فقط - واللہ اعلم -

حکم ملازمت ریاست

سوال - زید کا ایک اسلامی ریاست سے بطور تنخواہ کے کچھ مقرر ہے زید اسبات کو خوب جانتا ہے کہ ریاست اسلامیہ مین روپیہ بوجہ موافق احکام شرعیہ کے رعایا سے وصول نہ کئے جانیکے ظلماً وصول کیا جاتا ہے اور استیلاء مسلم علی مال المسلم موجب ملک ہی نہین پس اس صورت مین زید کی یہ

آمدنی جائز ہوگی یا نہین اور اسی بناء پر ایسی ریاستون کی نوکری بھی جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ ہر چند کہ غصب وظلم کا مال اپنے مال مین یا دوسرے مغصوب مال مین ملا دینے سے ملک غاصب مین داخل ہوجاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوگی نہ اسکو خود اسکا صرف کرنا جائز ہے نہ دوسرونکو اسکا قبول کرنا جائز ہے جبتک کہ غاصب اُسکا ضمان ادا نہ کردے پس صورت مسئولہ مین زید کی آمدنی جائز نہوگی نہ ایسی ریاست کی نوکری جائز ہوگی والروایات ہذہ اما التملک بالخلط بمال نفسہ اوغیرہ فلما فی الدر المختار ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوٰۃ فیہ و یورث عنہ لان الخلط استہلاک اذا لم یمکن تمیزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب ۱۳۵ وفیہ اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہما ثم تصدق لا یکن لانہ لیس بحرام لعینہ بالقطع لاستہلاکہ بالخلط ۱۳۵ قلت وافاد ایضاً کون ہذا المخلوط حراما خبیثاً ولو حراما لا لعینہ ۱۲ واما حرمۃ الانتفاع بہ فلما فیہ ایضاً فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ او یمکن بحرج ضمنہ وملکہ بلا حل الانتفاع قبل اداء ضمانہ ای رضاء مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاض والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا یبتلعہ حلالا فی روایۃ حراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد ۲۶۶ واما حرمۃ قبول الغیر لہ فلما فیہ ایضاً وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا والا لم یحل ۳۱۹ قلت والفرع بعد تمہید الاصول ظاہر حکمہ واللہ اعلم۔ فقط

سوال۔ مقام ...... مین بیس پچیس گھر اہل سنت وجماعت حنفی کے ہین اور باقی آبادی شیعہ کی ہے وہ یہ کام کرتے ہین کہ محرم مین تعزیہ بناتے ہین اور مہندی چڑھاتے ہین اور علم نکالتے ہین اور تاشے ڈھول بجاتے ہین اب عرض یہ ہے کہ تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہین اور اُسمین باچھ دینی جائز ہے یا نہین اور اُسمین کوئی شئے مثل فرش وغیرہ سائبان وروشنی دینی جائز ہے یا نہین اور اگر اُسمین کوئی شخص باچھ دیوے تو اُسکے واسطے کیا حکم ہے اور تعزیہ کب سے بنایا جاتا ہے اور کسوجہ سے بنایا گیا اور یہ لوگ کہتے ہین کہ نقل روضۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہے مکان کی نقل جائز ہے جاندار کی شبیہ بنانا منع ہے آیا صحیح ہے یا نہین۔

[illegible]

الجواب - غیرذی روح یعنی بے جان کی شبیہ بنانا اُسوقت جائز ہے جبکہ اُسپر کوئی مفسدہ یعنی خرابی مرتب نہو ورنہ حرام ہے فی الدر المختار او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد قلت علل عدم الکراہتہ بانہا لا تعبد فہذا انص علی انہ لو کانت تعبد لا یجوز اور تعزیہ کیساتھ جو معاملات کیئے جاتے ہین اُنکا معصیت و بدعت بلکہ بعض کا قریب بہ کفر و شرک ہونا ظاہر ہے اسلیئے اسکا بنانا بلا شک ناجائز ہوگا اور چونکہ معصیت کی اعانت معصیت ہے اسلئے اُسمین بانچہ یعنی چندہ دینا فرش و فروش و سامان روشنی سے اسمین شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانیوالا اور اعانت کرنیوالا دونون گنہگار ہونگے اور تاریخ ایجاد و وجہ ایجاد تعزیہ کی مجکو تحقیق نہین نہ اسکی ضرورت فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۳ محرم ۱۳۲۱ھ

سوال - زید نے جناب باری تعالےٰ مین دعا کی کہ میرا فلان مطلب ہو جاوے تو مین میلاد شریف یا شیرینی پر فلان بزرگ کا فاتحہ کرونگا یا اُسکی قبر پر چادر ڈالونگا بعد حصول مطلب ادائے نذر ایسے شخص پر واجب ہوگی یا نہین اور ادا نکرنیوالا عاصی ہوگا یا نہین۔ عدم انعقاد نذر بعبادات غیر مقصودہ

الجواب - فی الدر المختار و من نذر نذرا و کان من جنسہ واجب ای فرض وہو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء و تکفین المیت لزم الناذر اس عبارت سے سب سوالون کا جواب نکل آیا پس مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہین اسلئے یہ نذر منعقد نہین ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہین بلکہ مکروہ ہے اسلئے یہ نذر بھی منعقد نہین ہوئی رہا فلان بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کر کے شیرینی بانٹنا سو اسمین تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب اصلی مقصود ہے تو یہ عبادات مقصودہ مین سے نہین اور اگر تقسیم مقصود ہے اُسمین دو صورتین ہین اگر خاص فقرا کو تقسیم کرنیکی نیت نہین ہے تب بھی عبادت مقصودہ نہین ان دونون صورتون مین بھی نذر منعقد نہو گی فی الدر المختار نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینو ابناء السبیل ولو نذر للتسبیحات دبر الصلوٰۃ لم تلزمہ اھ اور اگر خاص فقراء و مستحقین پر تصدق کرنیکی نیت ہے تو نذر صحیح و لازم ہوگی مگر اختیار ہوگا خواہ شیرینی دے خواہ طعام خواہ نقد فی الدر المختار نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ اور جن صورتون مین نذر منعقد ہو جاتی ہے وہان ایفا نذر واجب ہے اگر ایفا نہ کریگا گنہگار ہوگا کما مر من الدر المختار من قولہ لزم الناذر فقط واللہ اعلم - ۷ صفر ۱۳۲۱ھ

سوال - مین ایک ٹھاکر کے یہان ملازم ہون کھانا بھی اُنکے یہان سے آتا ہے گوشت اُنکے یہان پکتا ہے جسکے متعلق مجھے تردد ہے گوشت یا تو وہ شہر سے منگاتے ہین یا مجھسے بکرا ذبح کراتے ہین میرے خیال مین جب کبھی گوشت اُنکے یہان پکتا ہے میرا ہی ذبح کیا ہوا پکتا ہے لیکن چونکہ وہ گوشت نظرون سے غائب ہو جاتا ہے اور گھر کے اندر سے پک کر آتا ہے اسلیئے مین نہین کھاتا بعض لوگ کہتے ہین کہ اُنکا یہ کہنا کہ "وہ اُسی گوشت مین سے ہے" دیانت مین داخل نہین اور اُسکا کھانا جائز ہے - پکا ہوا کھانا دیتے وقت وہ کچھ بھی نہین کہتے دریافت کرنے پر یہی کہتے ہین کہ آپکا ذبح کیا ہوا گوشت ہے یا مثل اسکے اور کوئی بات بہرحال مجھکو کیا کرنا چاہیئے آیا گمان غالب پر کھالینا چاہیئے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہی ہاتھ کا ذبیحہ گھر مین سے پک کر آتا ہے قاضیخان وغیرہ نے تو ان شبہات کو رفع کیا ہے یعنی اگر وہ یہ کہین کہ یہ گوشت اُسی مین کا ہے تب تو معاملہ ہے اور اگر کہین کہ یہ تمھارا یا کسی مسلمان کا ذبیحہ ہے تو دیانت ہے لیکن مجھکو ابھی اطمینان نہین ہوا ہے لہذا مفصل جواب مرحمت فرمادین -

الجواب - فی الدر المختار ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریته من المجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات اھ پس کافر کا یہ کہنا کہ یہ اُسی ذبیحہ کا گوشت ہے منجملہ دیانات متعلقہ حل وحرمت ہے لہذا حسب روایات بالا اُسکا قول مقبول نہین جیسا ظاہر ہے قلت ہذا ہو القول المشہور وفیہ سلامۃ العوام لکن فاتت فیہ دقیقۃ وہی ان ہذا اذا لم یقم علی کونہ ذبیحۃ للمسلم دلیل اِلّا قول الکافر فیصح فیہ الحکم اما اذا حُفّت بہ قرائن قویۃ تفید الطمانینۃ بکونہ ہو فہو حلال بلا تلعثم لان العمل فی ہذہ الصورۃ یکون بالدلیل غیر قول الکافر نظیرہ ما ورد فی الاحادیث ان بعض من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما حولت القبلۃ شہد قباء وقت الفجر وشہد ان القبلۃ تحولت فتحولوا عن اخرہم مع ان خبر الواحد ظنی والقبلۃ السابقۃ کانت قطعیۃ فکیف رأوا الظنی معارضا للقطعی فذلک الذی ذکرت ہو الوجہ فی ہذا الحدیث فان الحکم فی الصورۃ المسئولۃ لا باس بہ بشرط شہادۃ القلب انہ ہو - فقط واللہ اعلم -

ص[illegible] مطبوعہ مجتبائی کانپور

سوال۔ مسلمان کو علم نجوم پڑھنا کیسا ہے اور نجومی نے جو لوگونکو اخبار غیبی بتلاکر زر و لباس وغیرہ فراہم کیا ہے شرعًا وہ کمائی کیسی ہے بعض لوگون کا مقولہ ہے کہ یہ علم حق تعالی نے حضرت ادریس علیہ السلام کو تعلیم کیا تھا اور نجومی جو وقوع حوادث آیندہ کو کہ امر تقدیری ہے بقواعد نجوم بتاتا ہے یہ کچھ علم غیب مین شمار نہین تو مسلمانان معتقدین نجوم کا اِسطرح عقیدہ رکھنا اور بیان کرنا شریعت مین کیسا سمجھا جائیگا۔

الجواب۔ چونکہ اسپر مفاسد اعتقادیہ وعملیہ مرتب ہوتے ہین لہذا حرام ہے اور بعض اوقات مفضی بکفر ہے اور ایسی کمائی بھی حرام ہے۔ اِس مقولہ کا جواب یہ ہے کہ اولًا یہ روایت ثابت نہین۔ دوسرے وہ خاص قواعد سند صحیح سے منقول نہین جس سے یہ کہا جاوے کہ یہ وہی علم ہے۔ تیسرے عام طور پر خود اہلِ فن اور دوسرے رجوع کرنیوالے بھی کواکب کو متصرف و فاعل مستقل سمجھتے ہین جو مثل عقیدۂ علم غیب کے خود یہ عقیدہ استقلال فعل و تصرف کا شرکِ جلی اور منافی توحید ہے۔ چوتھے جو علم بلا اسبابِ علم ہو وہ علم غیب ہے اور جو چیز اسبابِ علم سے نہو اُسکا سبب سمجھنا باطل ہے اور کواکب کا اسبابِ علم سے ہونا ثابت نہین پس یہ اسبابِ علم نہوئے تو اُنکو اسباب سمجھنا باطل ہوا پس اِنکے ذریعہ سے جس علم کے حاصل ہونیکا دعویٰ کیا جاویگا وہ علم بلا اسباب ہوگا اور یہی علم غیب ہے پس اہلِ نجوم اِس اعتبار سے مدعی علم غیب ہوئے اور اُنکا مصدِّق معتقد علم غیب کا ہوا۔ پانچوین جسطرح عقیدہ باطلہ معصیت ہے اُسیطرح عمل غیر مشروع بھی معصیت ہے اور نجومی اِس سے خالی ہی نہین۔

سوال۔ زید نے عمرو سے کہا کہ مین کچھ کتابین زکوۃ مین دینا چاہتا ہون اُسمین سے دس کتابین مسماۃ ہندہ کو دینے کا ارادہ ہے تم کسیطرح اُس سے پوچھ لو کہ یا اُسکے پاس بھیجدیجادین یا تم اُسکی جانب سے وکالۃً قبضہ کرلو ہندہ اُس شہر مین نہتھی اتفاق سے بکر آیا تو عمرو نے یہ ذکر کرکے کہا کہ ہندہ سے پوچھکر مجھکو اطلاع دینا۔ غلطی سے بکر نے بجائے ہندہ کے زینب سے پوچھکر عمرو کو لکھ بھیجا کہ مین فروخت نہین کرسکتی تم قبضہ کرکے فروخت کردو خط مین بکر نے ہندہ یا زینب کسیکا نام نہین لکھا عمرو یہ سمجھا کہ مین ہندہ کا وکیل ہون اور کتابین لیکر بیچ ڈالین جب قیمت بکر کے پاس بھیجکر لکھا کہ یہ ہندہ کو دیدو بکر نے اطلاع دی کہ مین نے تو زینب سے پوچھا تھا اور تم نے زینب ہی کے بارہ مین مجھ سے

کہا تھا غرض زید نے اپنے خیال مین کتابین ہندہ کو دین اور عمرو نے اپنے نزدیک بھی اُسی کی جانب سے قبضہ کیا بکر سے اتفاقاً غلطی ہو گئی تو اب زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہین اور قیمت کتب کسکو دینا چاہیے اسمین بڑا تردد ہے۔

الجواب - یہان جب واقع مین عمرو کسیکا وکیل نہین ہے اسلئے یہ بیع کتب حق زید مین تصرف فضولی ہے پس اگر زید نافذ رکھیگا نافذ ہو جاویگی اور قیمت ملک زید ہوگی اور بجائے کتب اب زکوٰۃ روپیہ کے متعلق سمجھی جاویگی پس اگر وہ روپیہ ہنوز قبضۂ زینب مین نہین پہونچا تو زید کو اختیار ہے جسکو چاہے دیدے اور اگر قبض زینب مین پہونچ گیا ہے اور بعینہٖ باقی ہے تو اب زید کے نیت کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور اگر باقی نہین رہا تو زید عمرو سے رجوع کرے اور عمرو بکر سے اور بکر زینب سے کیونکہ یہ سب تصرفات حق غیر مین ہوئے اسلئے یہ تصرفات فسخ کئے جاوینگے اور ہر شخص اپنے عاقد سے رجوع کریگا اور اگر زید نے بیع مذکور کو نافذ نہین کیا تو ان رجوعات مذکورہ کے بعد عمرو وہ کتابین مشتری سے واپس لیکر اُسکو روپیہ ثمن کا واپس کر دے اور کتابین لاکر زید کو دے پھر زید یہ کتابین زکوٰۃ مین جسے چاہے دے۔ فقط

ممانعت مال زکوٰۃ دادن بسادات را

سوال - اگر سید صاحبِ نصاب ہو اور اُسکے اعزہ مین غریب و محتاج ہون اور کوئی ذریعہ اُنکی امداد کا بجز زکوٰۃ کے نہو ایسی حالت مین سید صاحبِ نصاب کو اپنے اعزہ غریب کو زکوٰۃ مین سے دینا درست ہے یا نہین تاکہ اُنکی حاجت روا ہو جاوے اسیطرح دیگر اقوام شیخ مغل پٹھان صاحب نصاب اگر کسی غریب سیّد کو زکوٰۃ مین سے دیدین تو درست ہے یا نہین کیونکہ آجکل سیدونکی حالت بوجہ نہونے ذریعہ معاش کے بہت سقیم ہو رہی ہے اور بیت المال بھی نہین ہے کہ جس سے امداد کیجاوے مفصل بدلائل حدیث و فقہ ارقام فرمایا جاوے۔

الجواب - بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہین خواہ دینے والا بنی ہاشم سے ہو یا اور کوئی ہو لقولہ علیہ السلام لابی رافع مولی القوم من انفسہم و انا لا تحل لنا الصدقۃ اور فی التیسیر عن ابی داؤد و الترمذی و اللفظ لہما و النسائی و فی الہدایۃ و لا تدفع الی بنی ہاشم الخ قلت و لا تغتر بما یذکر من جوازہا لہم لسقوط عوضہا و ہو الخمس لانہ قیاس فی مقابلۃ النص او لانہ ثم

ہذا القیاس نفسہ لایتم لانہ علیہ السلام علل حرمتہا بکونہا اوساخ الناس لابتعویض الخمس عنہا وانما
ہی حکمۃ مستقلۃ فی مشروعیۃ حکم الخمس فلما لم یکن علۃ لم یلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمۃ الزکوٰۃ
فتامل حق التامل ۔ اور خدمت سادات کی ہدایا وصدقات نافلہ سے ممکن ہے اور اُنکے لئے حلال
ہے فی الہدایۃ بعد الروایۃ المذکور بخلاف التطوع ۔ فقط

سوال ۔ آجکل خواص وعوام بلا تکلف انگریزی ادویہ کو استعمال کرتے ہین جنکی ساخت مین حکم ادویہ انگریزی
اکثر روح الخمر اور رکٹی فائی اسپرٹ اور سیری وائن پڑتی ہے ٹینچر ۔ ایتھر ۔ وائن اکسٹراکٹ اسکی
لاگ سے بنائے جاتے ہین مگر کہا جاتا ہے کہ انکا نشہ وسُکر انکے سم سے کم ہے سمیّت بڑھی ہوئی
ہوئی ہے زیادہ مقدار مین دین تو نشہ کرین مگر زیادہ مین دینے سے آدمی مر بھی جاتا ہے مگر سب دوائین
ایسی نہین کہ زیادہ مقدار مین دینے سے آدمی مر ہی جاوے ۔ اب فرمایئے کہ انگریزی ادویہ کا استعمال
جائز ہوا یا ناجائز ۔

الجواب ۔ روح الخمر وجوہر شراب چونکہ یقیناً اجزاء خمر سے ہے اُسکی حرمت مُسکر پر موقوف
نہین فی الدر المختار وکرہ شرب دردی الخمر الی قولہ ولکن لا یحد شاربہ بلا سکر اھ
وقد صرح الحرمۃ بتناول الخبز الذی عجن دقیقہ بالخمر ۔ اور جبکہ اُس مین سکر بھی ہو تب تو شبہہ کی کوئی وجہ
ہی نہین سو جواہر متعارفہ فی زماننا مین سکر بھی ہے اور مقدار قلیل سے بالفعل سکر نہونا منافی وجود
سکر نہین کیونکہ سکر سے مراد عام ہے بالقوۃ ہو یا بالفعل فی الدر المختار وحرمہا محمد مطلقا و
بہ یفتی الی قولہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام اھ اور اسیطرح سم ہونا بھی منافی سکر نہین بلکہ
اُسکا مؤید ومؤکد ہے کیونکہ منتہی سکر کا اہلاک اور سمیّت ہے کما لایخفی علی ماہری الطبعیات ۔
اس تحقیق سے ادویہ مسئولہ کا حکم معلوم ہوگیا کہ استعمال جائز نہین لیکن جبکہ بالیقین ان اشیاء
سے خالی ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۱۲ ذیقعدہ [illegible] ھ

سوال ۔ ایک شخص زید اپنا گاؤن فروخت کرتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ایک میعاد معیّن کے بیع الوفا
اندر اگر زرثمن واپس کردے تو گاؤن مبیعہ واپس لیلے ایسا معاملہ اور استفادہ اُس گاؤن سے
مشتری کو شرعاً جائز ہے یا نہین ۔
(۲) ایک شخص زید اپنا گاؤن واسطے اطمینان قرضہ کے دائن کے قبضہ مین دیتا ہے اور

یہ معاہدہ ہوتا ہے فریقین مین کہ تا ادائیگی قرضہ کے وہ اس گاؤن پر قابض اور متصرف رہے اور اُسکا انتظام اور حفاظت اور سرکاری مطالبہ اور جملہ نفع ونقصان جو کچھ بھی ہو وہ ذمہ دا اُن کے ہوگا مدیون کو نفع ونقصان سے کچھ سروکار نہوگا اور حال یہ ہے کہ ایسی صورت مین بظاہر اکثر فائدہ اور گاہے نقصان ہوتا ہے مثلاً خشکسالی ہو جاوے یا مزارعان فرار ہو جائین اور سرکاری مطالبہ دینا پڑے لہذا ایسا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ صورت مندرجہ سوال اوّل ظاہراً بیع وقصداً رہن ہے اور صورت مندرجہ سوال ثانی صریح رہن ہے سو رہن صریح مین تو اگر انتفاع مرتہن کا مشروط یا معروف ہو بلا اختلاف حرام ہے فی الدر المختار ثم نقل عن التھذیب انہ یکرہ للمرتھن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلمؒ من انہ لا یحل للمرتھن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اھ قلت ہذا فی المشروط وقد تقرر ان المعروف کالمشروط اور رہن قصداً و بیع ظاہراً کو بیع الوفا کہتے ہین سو اصل قواعد مذہب کی روسے یہ بھی رہن ہے اور انتفاع اُس سے حرام ہے اور اگر وہ بیع ہے تو بوجہ مشروط ہونیکے بیع فاسد ہے تب بھی حرام ہے لیکن بعض متاخرین نے اجازت دی ہے پس بلا اضطرار شدید تو اُسکا ارتکاب نکرے اور اضطرار شدید مین بائع کو گنجایش ہے کہ فتوی متاخرین پر عمل کرے اگرچہ مشتری کو کوئی اضطرار نہین والتفصیل فی الدر المختار قبیل کتاب الکفالۃ۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔ یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ

مصافحہ عیدین

سوال۔ عیدین مین مصافحہ ومعانقہ روا ہے یا نہین۔

الجواب۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات مین حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت وکیفیت معین فرما دی ہے اُسمین تغیر وتبدل جائز نہین اور مصافحہ چونکہ سنّت ہے اسلئے عبادات مین سے ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ اسمین ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز نہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف اوّل لقاء کے وقت یا الاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے وبس اب اسکے لیئے ان دو وقتون کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغیر عبادت کرنا ہے جو ممنوع ہے لہذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ وبدعت ہے شامی مین اسکی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ ۲۔ شعبان سنہ ۱۳۲۰ھ

بابت پردہ مستورات

سوال۔ آزاد اور مومنہ عورت کا پردہ اجنبیون اور نامحرمون کے سامنے آنے مین از روئے فقہ وحدیث کیا ہے برقع اوڑھنا واجب ہے یا چہرہ اور ہاتھ کھول کے باہر نکلنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو اس

شخص کی نسبت کیا حکم ہے جو عورتون کو گھر مین بیٹھ رہنے پر مجبور کرے چار دیواری سے نکلنے نہ دے یا بغیر برقع کے آنے جانے سے روکے۔

الجواب - قال اللہ تبارک وتعالیٰ وقرن فی بیوتکن پارہ ومن یقنت شروع وقال اللہ تعالیٰ یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ایضاً پارہ ومن یقنت قریب ربع وقال اللہ تعالیٰ واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب ایضاً پارہ ومن یقنت رکوع ۳ وقال اللہ تعالیٰ والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینة وان یستعففن خیر لھن پارہ قد افلح بعد ثلث ارباع وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم المرءة عورة فاذا خرجت استشرفھا الشیطان رواہ الترمذی وعن ام سلمة انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم ومیمونة اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما فی الدر المختار تمنع الشابة وجوباً من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورة بل لخوف الفتنة اھ (اسکا صفحہ اسوقت یاد نہین مگر عبارت دیکھی ہوئی یاد ہے) ان احادیث وآیات وروایات فقہیہ کا ترجمہ کسی ذی علم سے دریافت کرکے غور درکار ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کیلئے حکم اصلی احتجاب واستتار جمیع اعضا ٔ ہا وار کا ہنا ثابت ہے البتہ جہان ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبر سن کے مطلق احتمال فتنہ واشتہا ٔ کا باقی نہین وہان وجہ وکفین کا کشف جائز ہے اور یہی مطلب ہے انکے ستر نہونیکا اس سے جواب سوال کا واضح ہوگیا کہ مشتہاة عورت کا اجنبی کے روبرو آنا از روئے قرآن وحدیث وفقہ ناجائز ہے اور ضرورت مین برقع اوڑھکر نکلے البتہ جہان ضیق ہو یا معمر زیادہ ہو وہان جائز ہے پس جو عورتون کو گھرون مین بیٹھے رہنے پر مجبور کرے اور چار دیواری سے نکلنے نہ دے اور بغیر برقع کہین آنے جانے سے روکے وہ بالکل قرآن وحدیث وفقہ پر عامل ہے اور اس شخص کو مفاسد وفتن سے روکنے کا اجر عظیم ملیگا اور مغلاق الشر ومفتاح الخیر کا مصداق ہوگا فقط - واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۶ - رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال - تراویح رمضان المبارک باوجود التزکیف سے پڑھنے کے ستائیسوین شب کو شل ختم قرآن کریم روشنی کرنا اور شیرینی پر نیاز دینا اور اجوائن پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب - الم توقیف اور تمام قرآن کا حکم ان اُمور مین یکسان ہے یعنی فضول روشنی کرنا اسراف ہے اور بدعت ہے اور شیرینی کو لازم سمجھکر بانٹنا یہ بھی بدعت ہے اور نیاز دینا اگر اللہ کیلئے ہے تو اُسپر کچھ پڑھکر دعا مانگنے کے کوئی معنی نہین اور اگر کسی بزرگ کیلئے ہے تو عوام کا عقیدہ اُسمین اچھا نہین اُنکو نفع وضرر کا مختار جانتے ہین اسلئے یہ رسم بھی قابلِ ترک ہے - اجوائن دم کرانے کو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ضروری نہین سمجھتا صرف برکت کیلئے دم کراتے ہین اسلئے مضائقہ نہین البتہ اگر اسکو بھی ضروری سمجھین تو بدعت ہو گا فقط واللہ اعلم -

عدم تکفیر غلط خوانان قرآن

سوال - بعض قرا، لکھتے ہین کہ تمام کلام اللہ مین چند مقام ایسے ہین کہ زیر زبر پیش کے بدلنے سے کافر ہو جاتا ہے اور اسکے کفر مین علماء کا اتفاق ہے تو کفر ہونا بر تقدیر قصداً دانستہ پڑھنے کے ہے یا سہواً اور عدم علمیت کی تقدیر پر بھی علیٰ ہذا کلمات کفر کے متعلق بھی سوال ہے ونیز وقف لازم کے متعلق قرا، لکھتے ہین کہ بعض مقام مین بوجہ عدم وقف کے خوف کفر ہے یہ حکم تغلیظاً ہے جیسے من ترک الصلوٰۃ الخ مین اور کفر کے معنی کیا ہین اور بر تقدیر کفر ہا ہونیکے تجدید نکاح وایمان ضروری ہے یا نہین -

الجواب - حقیقت کفر متعلق اعتقاد کے ہے سو جو شخص معنی نہین سمجھتا یا قصداً نہین کہا اُسپر کفر کا حکم کیسے ہو سکتا ہے اسلئے نہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے نہ تجدید نکاح کی بعض قرا نے جو لکھدیا ہے بعض جگہ تو بالکل غلط کہا ہے اور بعض جگہ فساد معنے لازم آتا ہے یہ مراد ہے کہ فی نفسہ یہ کلمہ موجب فساد ہے اور مستلزم کفر - گو کسی عذر سے بچ جائے - فقط - واللہ اعلم

تحقیق معنی تبدل ملک بمنزلہ تبدل عین

سوال - یون مشہور ہے کہ تبدل ملک سے اور دام دینے سے حرمت زائل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے یا نہین

الجواب - تبدل ملک سے تبدل عین کا ہو جانا اسکے یہ معنی نہین جو عوام سمجھے ہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی خاص طریقہ سے کوئی چیز آئی جو اُس شخص کیلئے وہ طریقہ حلال تھا لیکن اس طریقہ سے اگر دوسرے شخص کے پاس آتی تو اس کیلئے حلال نہوتا اب اس شخص نے اس دوسرے شخص کو کسی دوسرے طریق سے وہ چیز دی جو کہ اُس دوسرے شخص کیلئے بھی حلال ہے سو اسمین اُس پہلے طریقہ پر لحاظ نہ کیا جاویگا اور اسکا اثر باقی نہ رہیگا مثلاً غنی کو صدقہ لینا حرام ہے مگر کسی فقیر کو کوئی چیز صدقہ مین ملی اور اُسنے ہدیۃً اُس غنی کو دی اب اسکے لئے حلال ہو گی گویا یہ دوسری چیز ہو گئی یہ مطلب ہے اس قاعدہ کا اور یہ جو مشہور ہے کہ دام دینے سے حرمت زائل ہو جاتی

ہے یہ تو بالکل ہی غلط ہے۔ فقط

سوال۔ رنڈی جواری دغا باز یعنی کسب حرام والی تائب ہو کر اگر چاہین کہ اپنے مال کو خدا کی راہ مین صرف کرین تو اسکی کیا صورت ہے اگر خدا کی راہ مین صرف ناجائز ہو تو کیا کرے جلا دے ڈبو با دے اور کوئی شرعی حیلہ کرنیکا ہے یا نہین بعض اپنا حلال روپیہ ان حرام روپیہ مین ملاکر زمین خرید لیتے ہین یہ حیلہ کیسا ہے۔

الجواب۔ وہ مال حرام رہتا ہے جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہون ایسون کو وہ مال بہ نیت رفع حاجت دینا چاہیئے نہ بہ نیت حصول ثواب اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال انکو حاصل ہوا ہے وہ بالتعیین و بالتخصیص معلوم ہو تو اسکو واپس کر دینا چاہیئے اور حرام کو حلال کرنیکے لئے کوئی حیلہ مفید نہین اگر دوسرے روپیہ مین ملایا تو حصہ رسد اسکی نسبت سے اسمین بھی حرمت و خباثت پیدا ہو جاویگی اور اسیطرح جو چیز اس سے خریدی اسمین بھی۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ بعض جگہ دستور ہے کہ قربانی کی کھالین مسجد کے خادم یا سقون کو دیدیتے ہین اگر نہ دیجاوے تو جھگڑا ہوتا ہے اسصورت مین قربانی مین تو کوئی فرق اور خرابی نہین آتی۔

الجواب۔ قربانی مین تو کسی حال مین فرق نہین آتا مگر یہ امر کہ یہ فعل جائز ہے یا نہین سو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر یہ کھالین بعوض خدمت دیجاتی ہین اسطرح کہ مشروط یا معروف ہے تو جائز نہین کیونکہ یہ مبادلہ ہے بمقابلہ منافع خدمت کے جسمین معنی بیع کے ہین اور بیع اسی غرض سے منہی عنہ ہے اور اگر تبرعاً دیجائے تو جائز ہے مگر چونکہ تبرعات مین جبر حرام ہے اسلیئے جھگڑا ناجائز ہین فقط۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ مولٰنا رومی رح پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہین

مصطفٰی بیخویش شد زان خوب صوت ۔۔۔ شد نمازش در شب تعریس فوت

در شب تعریس پیش آن عروس ۔۔۔ یافت جانِ پاک ایشان دست بوس

اس کی تشریح بعض شراح نے اسطرح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر تو اسوقت اذان تھی ہی نہین) بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الٰہی مین ہوگئے کیونکہ انکی آواز آواز ذات حق اور نغمۂ الٰہی تھی جیسا کہ گذشتہ اشعار سے مفہوم و متصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنی یہی ہین اور جہانتک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپکی

مال حرام از زنا و دزدی کا تصدق

قربانی کی کھال مسجد کے خادم یا سقہ کو دینا

شعر مثنوی متعلق قصہ تعریس

غفلت کی نہ تھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ سلم کا قبل از خواب شریف کے بلال رضی اللہ عنہ کو واسطے بیدار کرنیکے تنبیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونیکے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب مین ڈالدیا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑھو آگے چلکر نماز قضا پڑھینگے اس گذشتہ وجہ اور ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر واقعی آپکی حالت استغراقی تھی تو پھر آپکے اس ارشاد عالی کے (کہ ہمکو بیدار کرنا جو صاف حالت نوم پر دال ہے) کیا معنی اور بلال کے اُس جواب کا (کہ یا حضرت مجھپر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی) کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط و تعلق سے بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی نیز آپ پر تو اکثر تجلیات الٰہی کا نزول و مشاہدات حق کا ہوتا رہتا تھا کبھی ایسا نہوا کہ آپکی نماز قضا ہو گئی ہو اسی وقت کی کیا خصوصیت تھی علاوہ ازین حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہین کہ جسکے بارہ مین الصلوٰۃ معراج المؤمنین ارشاد ہے چاہیئے کہ اسمین زیادہ حالت استغراق ہو یہانتک کہ محو ذات حق ہو کر رکوع وسجود کی بھی اصلا خبر نہ ہو یعنی اگر قیام کی حالت مین استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام مین رہے کہ رکوع کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر حالت رکوع مین یہ کیفیت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہونچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ موقع نہین گذرا۔ قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنی لیئے جائین خواہ حالت استغراقی مراد لین یا کیفیت نومی تو پھر حضرت کے اس ارشاد (تنام عینی ولاینام قلبی) کے کیا معنی اگرچہ بعض شروح مین بعض اعتراضات کے جواب مرقوم ہین مگر لائق تشفی نہین بلکہ مزید بران انواع انواع کے شبہات قلب مین جاگزین ہوتے ہین حضور پر نور حدیث شریف کے ظاہری و باطنی مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائین۔

الجواب۔ اول چند اُمور بطور مقدمات عرض کرتا ہون کہ مطلب مین سہولت ہو۔

امر اول۔ جو امر نص مین مسکوت عنہ ہو اُسکا دعوی کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہین البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کی ہے۔

امر دوم۔ جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اُسکی وجہ منقول نہو کسی دلیل ظنی سے اُسکی تعیین کرنا کچھ مضائقہ نہین تاکہ فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب و علل نکالے ہین۔

امر سوم۔ اتحاد اثر سے زیادہ سبب ضروری نہین اسیطرح اتحاد سبب سے اتحاد مسبب ضروری نہین

امرِ چہارم - کاملین کو استغراق دائمی نہین ہوتا -
امرِ پنجم - کسی شے کا محمود ہونا اُسکے مقصود ہونیکو مقتضی نہین -
امرِ ششم - اشعار مین بہت سے لفظی شاعری رعایات بھی ہوتے ہین -
امرِ ہفتم - کسی حاسّہ کے تعطل سے اُسکے مدرکات کا ادراک نہین ہوتا - بعد تمہید ان مقدمات کے سُننا چاہیے کہ مولانا نے اول اذان بلال رض کا ندائے حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر مین سے زان دمے کادم الخ اسکے بعد دو شعرون مین اُس ندائے حق کا اثر بیان فرماتے ہین کہ آپ اُسکے اثر سے بیخود مستغرق ہو گئے اور استغراق مین نماز قضا ہوگئی تو شب تعریس مین اُس محبوبِ مطلق یعنی ذاتِ حق کے روبرو آپکی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی اھ یہان مولانا نے استغراق کو سبب فوت صلوٰۃ کا ٹھیرایا اور حدیث مین اسکی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہوگیا ہو لہذا کچھ تعارض نہین اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب مجیٔ شیطان ہونیسے یہ لازم نہین کہ نوم نبوی کی وجہ بھی یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہین (بحکم مقدمہ سوم) اور ہر چند کہ حدیث مین استغراق کا سبب ہونا مذکور نہین مگر اُسکی نفی بھی نہین تو اگر اُسکے سبب ہونیکا دعوی کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہین (بحکم مقدمہ اول) اور چونکہ آپکی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اسلئے دوسرے وجوہ محتملہ مین سے اسکو ترجیح دینا مضائقہ نہین (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے محض استغراق کا اثر ندا ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ مین محمود ہے اُسکا افضل بیان کرنا مقصود نہین تاکہ یہ شبہہ ہو کہ اگر استغراق مین یہ فضیلت ہے تو نماز کیون فوت ہوئی کیونکہ محمودیت مستلزم مقصودیت نہین (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہین ہوتا اسلئے دوسرے حالات کے اعتبار سے شبہہ نہین ہو سکتا (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیانِ اشتقاق تاکہ لغت کی مخالفت کا شبہہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور وقت مبصرات سے ہے اور نوم مین سے کہ مثل نعاس کے ہے حاسّہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہو جاتی ہے لہذا اُسکا ادراک نہوا (بحکم مقدمہ ہفتم) فقط واللہ تعالی اعلم -

سوال - چند میت قبرستان مین جمع ہو گئے اور وہ سب مرد ہین تو انکی نماز اکٹھا پڑھنا جائز

افتاء جنازہ

ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو جنازے کس ترتیب سے رکھے جاوین اور نیت کسطرح کیجاوے۔

الجواب - دونون طرح جائز ہے خواہ ہر میت کی علیحدہ پڑھے اور افضل یہی ہے اور خواہ ایکساتھ سب کو رکھدیا جاوے پھر اسمین اختیار ہے خواہ سبکو ایک صف بناکر رکھدین یعنی ایک جنازہ رکھکر اُسکی پائینتی کیطرف دوسرے جنازہ کا سرھانا کرین اسیطرح اُسکی پائینتی کیطرف تیسرے کا سرھانا اور خواہ اُنکو آگے پیچھے رکھین یعنی ایکدوسرے کو اسطرح رکھین کہ ایک کی پشت دوسرے کے سینہ کیطرف ہو اسیطرح رکھتے چلے جاوین سب طریقے جائز ہین فی الدر المختار واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولیٰ من الجمع وان جمع جاز ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحد اخلف واحد اھ بقدر الضرورۃ - واللہ اعلم -

نکاح مفقودۃ الزوج

سوال - ایک عورت محتاجہ مفلسہ نوعمر کا شوہر مدت سے مفقود الخبر ہے اور کسیطرح بدون زوج زندگی بسر کرنیکی صورت نہین معلوم ہوتی زمانہ کا حال ظاہر ہے ایسے مخمصہ کی حالت مین اسکے لیئے دوبارہ نکاح ثانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب - گو بعض علماء نے شافعی و مالک رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرنیکی اجازت دی ہے مگر ہم نے تجربہ مین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑنے مین بہت فساد پائے گئے ہین اسلیئے میرے نزدیک حسب فتوی امام صاحب کے نکاح ثانی قبل مدت معینہ جائز نہین - فقط - واللہ تعالیٰ اعلم -

سوال - سجدۂ تلاوت کے اگر کئی سجدہ ادا کرنے ہون تو ایک ہی مرتبہ بیٹھکر اُن سبکو ادا کر لینے چاہیئین یا بار بار کھڑے ہو ہو کر علیحدہ علیحدہ ادا کرے اور کانون تک بھی ہاتھ لیجانا یا نہین۔

الجواب - اگر ایک ہی مرتبہ بیٹھکر اُن سبکو ادا کرلے تو یون بھی جائز ہے مگر ہان بہتر یہ ہے کہ بار بار کھڑے ہو ہو کر علیحدہ علیحدہ ادا کرے اور ہاتھ کانون تک لیجانا کچھ ضرور نہین۔

سجدہ سہو بر درود خواندن در تشہد اول

سوال - اگر چار رکعت کے درمیان قعدہ مین سوائے التحیات کے اگر چند لفظ بھی درود شریف کے پڑھے جاوین تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہین۔

الجواب - سہو کا سجدہ واجب ہوگا اگر اسقدر پڑھ لیا ہا اللّٰہم صل علیٰ محمد - فقط

سوال - اس مقام پر اکثر لوگ سود دیتے ہین اور وہ لوگ کاشت بھی کرتے ہین بعض کے یہان نصف مدنی حلال ہے اور نصف حرام اور کہین نصف سے زیادہ حلال ہی اور نصف سے کم حرام اور

بعض جگہ اسکا عکس ہے ان لوگونکے مکان مین پردہ بھی نہین اور مولد شریف کی محفلین بھی کرتے ہین پس ایسے لوگونکی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہین لیکن اکثر ایسی محافل مین جانیسے بعض لوگونکی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

الجواب۔ بے پردگی ومجلس مولد بہیئت متعارفہ اور جمیع معاصی اور بدعات کو اموال کی حلت اور حرمت مین کچھ دخل نہین پس اس بنا پر تو ردّ دعوت بے اصل ہے البتہ اگر ردّ سے قصد زجر واصلاح کا ہو تو ردّ کرین اور اگر قبول کرنےمین تالیف قلب اور امید قبول نصیحت ہو تو قبول کرنا اولی ہے البتہ سود کے اختلاط کو حرمت مین اثر ہے پس اگر نصف یا زائد سود ہے تو سب حرام ہے اور اگر نصف سے کم ہے تو حلال ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

تعیین قیام امام در محراب

سوال۔ محراب مسجد کے علاوہ صحن مسجد مین محاذی محراب کھڑا ہو کر امام راتب کو جماعت کرانا جائز بلا کراہت ہے یا نہین اور فقہاء کرام جو قیام غیر محراب کو مکروہ لکھتے ہین اُسکے کیا معنی ہین اور گرمی تبدل جماعت کیلئے عذر شرعی ہو سکتی ہے یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمیونکے ایام مین صحن مسجد مین جماعت کرانا ثابت ہے یا نہین بعض علماء مین رسم ہے کہ محراب مسجد مین کھڑے ہو کر جماعت کرانا ضروری جانتے ہین خواہ کیسی ہی تکلیف ہو اور طبیعت باقاعدہ نماز کیطرف متوجہ ہو یا نہو اسکی کوئی سند ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار (تنبیہ) یفھم من قوله اوالی سادیة کراھة قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قوله قبله السنة ان یقوم فی المحراب وکذا قوله فی موضع اٰخر السنة ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الا تری ان المحاریب ما نصبت الا وسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام اھ والظاھر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعة کثیرة لئلا یلزم عدم قیامه فی الوسط فلو لم یلزم ذلك لا یکرہ تأمل اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ محاذی محراب صحن مین کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے بلکہ عبارت اخیرہ سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر محراب کی محاذات بھی نہو مگر صف کا وسط ہو تب بھی جائز ہے پس معلوم ہوا کہ قول فقہاء مین محراب سے مراد وسط مساجد یا وسط صف ہے اب گرمی کا تبدلِ مکان کیلئے عذر ہونا محتاج استفسار نرہا اور اسباب مین کوئی حدیث فعلی مرفوع نظر سے نہین گذری البتہ قولی حدیث غالباً ابوداؤد مین ہے توسطوا الامام

وسد دا النخل اس سے بھی تائید حکم مذکور کی ہوتی ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسجد مین بحالت سفر نماز پڑھنے سے استدلال کیا جاوے کہ وہان محراب ہی نہ تھی تو گنجایش ہے اور اس تقریر سے رسم مذکور فی السوال کا بے اصل ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

تحقیق حکم صوم رجب

سوال۔ ابن ماجہ مین باب صیام اشہر الحرم مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا صم اشہر الحرم اور اسی باب مین ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن صیام رجب ان دونون حدیثون مین صورت تطبیق کیا ہے۔

الجواب۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت رجب کی تعظیم مین غلو کرتے تھے چنانچہ رسم عتیرہ اسیر شاہد ہے جسکو حدیث لا فرع ولا عتیرۃ سے منسوخ کیا گیا بالخصوص قبیلۂ مضر سب سے زائد اس امر مین مبالغہ کرتے تھے حتی کہ انکی طرف رجب کی اضافت کیجاتی تھی جیسا کہ احادیث مین ترکیب رجب مضر اسپر دال ہے پس اسطور پر تخصیص کیساتھ رجب کی تعظیم شعار جاہلیت کا تھا چونکہ احتمال تھا کہ بعض لوگ جو رجب کی تعظیم کرتے تھے اور اب مشرف باسلام ہوگئے تھے شاید وہ لوگ یا انکی دیکھا دیکھی اور لوگ اسطرح کی تعظیم کے قصد سے اسمین روزہ نہ رکھنے لگین اسلئے شارع علیہ السلام نے اسکی نفی فرمادی جسطرح بعض احادیث مین صوم یوم السبت سے نہی آئی ہے حالانکہ اطلاق دلائل سے ونیز اجماع سے اسکا جواز ثابت ہے وہان بھی یہی وجہ ہے کہ یہود کی دیکھا دیکھی تخصیص صوم کو ذریعہ تعظیم نہ بنالین اسیطرح صیام رجب کی نہی کو سمجھنا چاہیئے پس اس حیثیت سے تو یہ منہی عنہ ٹھیرا دوسری حیثیت رجب مین صرف شہر حرام ہونیکی ہے وہ اسمین اور بقیہ اشہر حرم مین مشترک ہے پہلی حیثیت سے قطع نظر کرکے صرف اس دوسری حیثیت سے اسمین روزہ رکھنے کو مندوب فرمایا گیا پس دونون حدیثون مین تعارض نرہا لاختلاف المحملین کما ذکرنا فقط

طریق حمل جنازہ

سوال۔ حمل جنازہ کسطرح چاہیئے۔

الجواب۔ میت اگر چھوٹا بچہ ہے تو ایک آدمی اپنے ہاتھون پر اٹھا وے تو کافی ہے اور اگر بڑا بچہ یا بالغ ہے تو اسکو چارپائی پر رکھکر چار آدمی اٹھا دین پھر اسمین ایک نفس سنت ہے اور ایک کمال سنت ہے نفس سنت تو یہ ہے کہ کیفما اتفق چارون پایون کو پکڑ کر دس دس قدم چلے اور کمال سنت یہ ہے کہ اول جنازہ کے سرہانے کی داہنی جانب کو داہنے کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائینتی کی داہنی جانب داہنے کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر سرہانے کی بائین جانب بائین کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائینتی کی بائین

جانب بائیں کندھے پر رکھکر دس قدم چلے اور جنازہ کے لیجاتے وقت سر میت کا آگے رکھے اور جنازہ کو ذرا لپک کر لیچلے لیکن دوڑے نہیں سن فی حمل الجنازۃ اربعۃ من الرجال اذا حملوہ علی سریر اخذوہ بقوائمہ الاربع ثمان فی حمل الجنازۃ شیئین نفس السنۃ وکمالہا اما نفس السنۃ فہی ان تاخذ بقوائمہا الاربع علی طریق التعاقب بان یحمل من کل جانب عشر خطوات وھذا یتحقق فی حق الجمیع واما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد وھو ان یبدء الحامل بحمل یمین مقدم الجنازۃ فیحملہ علی عاتقہ الایمن ثم الموخر الایمن علی عاتقہ الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقہ الایسر وذکر الاسبیجابی ان الصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا اذا مات فلا باس بان یحملہ رجل واحد علی یدیہ ویتداولہ الناس بالحمل علی ایدیہم وان کان کبیرا یحمل علی الجنازۃ یسرع بالمیت وقت المشی بلا خبب وفی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس عالمگیری کلکتی جلد اول صفحہ ۲۲۶ مع اختصار یسیر۔ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ۔

سوال۔ لڑکون اغیار سے پردہ کس عمر کے لڑکے سے چاہیئے۔

الجواب۔ نابالغ لڑکے تین قسم کے ہین ایک تو بالکل نادان جنکو بالکل کسی چیز کی تمیز نہین اُنکے روبرو تو برہنہ ہونا بھی جائز ہے مثل جمادات کے ہین دوسرا ذرا ہوشیار کہ تمیز تو رکھتا ہے مگر حد شہوت کو نہین پہونچا اُسکے روبرو ناف سے زانو تک کھولنا جائز نہین باقی جائز ہے تیسرا وہ جو قریب بلوغ کے پہونچگیا ہو اسکا حکم مثل بالغین کے ہے تمام ستر ڈھانکنا اُس سے فرض ہے قال اللہ تعالیٰ اوالطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء الایۃ فان الطفل ان کان ممیزا لکنہ لم یبلغ حد الشھوۃ جاز للنساء الانکشاف عندہ الا من السرۃ الی الرکبۃ ولا یجوز لہا بحضرتہ کشف ما تحت السرۃ وان کان طفلا غیر ممیز بالکلیۃ فھو کالجمادات والبھائم لا باس لو کشفت عندہ ما تحت الازار ایضا وان کان مراھقا یشتھی فحکمہ حکم الرجال لانہ مستعد للظھور علی عوراتھن ۱ھ تفسیر مظہری فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ پردہ عورت کا کس کس شے سے ہے یعنی آواز سنانا اور آواز زیور

تحقیق پردہ از نابالغان

تنقیح مسئلہ در پردہ عورت از آواز و آواز زیور

پہننا کیسا ہے۔

الجواب۔ حرہ کو تمام اعضا کا پردہ فرض ہے بجز چہرہ اور کفین اور قدمین کے اور آواز مین اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عورت نہین مگر جوان عورت کو بے ضرورت اعضائے غیر مستورہ کا اجنبی کو دکھانا اور بدون حاجت اُس سے کلام کرنا منع ہے نہ اسوجہ سے کہ ستر ہے بلکہ بخوف فتنہ وللحرۃ جمیع بدنہا خلا الوجہ والکفین والقدمین علی المعتمد وصوتها علی الراجح وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنہ (درمختار و فی رد المحتار) فانا نجیز الکلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عند الحاجۃ الی ذلک ولا نجیز لهن رفع اصواتهن ولا تمطیطها ولا تلیینها وتقطیعها لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیهن وتحریک الشہوات منهم اھ اور باجہ دار زیور پہننا منع ہے عن ابن الزبیر ان مولاۃ لهم ذهبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب و فی رجلها اجراس فقطعها عمر وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع کل جرس شیطان (رواہ ابوداؤد) وعن بنانۃ مولاۃ عبد الرحمن بن حبان الانصاری کانت عند عائشۃ اذ دخلت علیها بجاریۃ وعلیها جلاجل فقالت لا تدخلها علی الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ جرس (رواہ ابوداؤد) البتہ جسمین خود باجہ نہو اگرچہ لگ کر بجتا ہو اُسکا پہننا جائز ہے مگر اسطرح چلنا کہ اجنبی اُسکی آواز سُنے ممنوع ہے قال اللہ تعالی ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن واللہ اعلم۔

نماز در ریل

سوال۔ بسواری ریل کھڑے ہوکر یا بیٹھکر نماز ادا کرنا چاہئے اگر کھڑے نماز ادا کیجاتی ہے تو چھت ریل کی سر پر لگتی ہے دوم یہ کہ جو تختہ جانب پورب ہے اور جانب پچھم کے تختہ کے درمیان مین فاصلہ اسقدر ہے اور درمیان مین جگہ بھی خالی ہے کہ اندیشہ گرنیکا ہے سوم یہ کہ بحالت قیام ریل اُتر کر نماز ادا کرنے مین یہ خیال ہے کہ ریل روانہ ہو جائیگی اور مال کا بھی نقصان ہو گا اور خود بھی رہجا وینگے تو ان حالات مذکورہ مین کسطرح نماز ادا کرے۔

الجواب - نماز پڑھنے کیلئے ریل سے اُترنیکی کوئی حاجت نہیں ہے اگر ریل مثل سریر موضوع علی الارض کے ہے تو ظاہر ہے اور یہی صحیح بھی معلوم ہوتا ہے وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم انها کالسریر (درمختار قوله) لو واقفة کذا قیده فی شرح المنیة ولم اره لغیره یعنی اذا کانت العجلة علی الارض ولم یکن شئ منها علی الدابة وانما لها حبل مثلا تجرها الدابة تصح الصلوة علیها لانها حینئذ کالسریر الموضوع علی الارض ومقتضی هذا التعلیل انها لو کانت سائرة فی هذه الحالة لا تصح الصلوة علیها بلا عذر وفیه تامل لان جرها بالحبل وهی علی الارض لا تخرج به عن کونها علی الارض ویفیده عبارة التاتارخانیة عن المحیط وهی لو صلی علی العجلة ان کان طرفها علی الدابة وهی تسیر تجوز فی حالة العذر لا فی غیرها وان لم یکن طرفها علی الدابة جازت وهو بمنزلة الصلوة علی السریر اه فقوله وان لم یکن لها یفید ما قلنا لانه راجع الی اصل المسئلة وقد قیده بقوله وهی تسیر ولو کان الجواز مقیدا بعدم السیر لقیده فتامل - شامی ج ۱ صفحہ ۴۲۷ اور اگر مثل عجلہ محمولہ علی الدابہ کے بھی مانی جاوے تب بھی بوجہ عذر کے اُترنیکی کوئی ضرورت نہیں اور عذر یہی ہے کہ چلتی ریل مین اُتر نہین سکتا کھڑی ریل مین ریل کے چلدینے یا مال کے تلف ہونیکا اندیشہ ہے واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر فهی صلوة علی الدابة[1] فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لا ترکب الا بعناء اوبمعین (ردمختار) فقوله المذکور فی التیمم بان یخاف علی ماله اونفسه اویخاف من فاسق (شامی ج ۱ صفحہ ۳۳۳) اگر یہ بھی امید ہو کہ نماز کے وقت رہنے تک مجھکو اُتر کر پڑھنا ممکن ہے تب بھی ریل مین بہر حال پڑھنا جائز ہو گا کیونکہ عذر وقت شروع نماز کے معتبر ہے اگرچہ آخر وقت مین زوال اُسکا متوقع ہو (**تنبیه**) بقی شئ ولم ار من ذکره وهو ان المسافر اذا عجز عن النزول لعذر من الاعذار وکان علی رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت کالمسافر مع رکب الحاج الشریف هل له ان یصلی العشاء (شامی

[1] لہ اس عبارت سے ریل مین [illegible] ثابت ہوتا ہے ۱۲ منہ

على الدابة او المحمل فى اول الوقت اذا خاف من النزول امر يوخرالى وقت نزول الحاج فى نصف الليل لاجل الصلوة والذى يظهر لى الاول لان المصلى انما يكلف بالاركان والشروط عند ارادة الصلوة والشروع فيها وليس لذلك وقت خاص ولذا اجاز له الصلوة بالتيمم اول الوقت وان كان يرجو وجود الماء قبل خروجه وعلله بانه قد اداها بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببها وهو ما اتصل به الاداء اه ومسئلتنا كذلك (شامى ج ا ص۲۷۰) البتہ ایسی صورت مین انتظار آخروقت مستحب تک مستحب ہوگا وندب لراجیه رجاءً قویاً اخر الوقت المستحب ولو لم یوخر وصلی جاز ان کان بینه وبین الماء میل والا لا (درمختار مع الشامی ص۱۶۶) پس ہرگاہ معلوم ہوا کہ اُترنیکی کچھ حاجت نہین تو اگر قیام پر قدرت نہو توبیٹھکر پڑھنا درست ہے خواہ کسی شکل سے بیٹھے اور جد بقیامه الماشد یداصلی قاعداکیف شاء علی المذهب (درمختار ص۵۰۹) صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العذر واساء وقالا لایصح الا لعذر وهو الاظهر برهان (درمختار ص۵۱۲) اور اگر رکوع وسجود بوجہ شرقی وغربی ہونے تختون کے متعذر ہون تو اشارہ سرسے ان دونون کو اداکرے اور سجدہ کو رکوع سے ذرا پست کرے وان تعذرا او مئی قاعدا ویجعل سجوده اخفض من رکوعه (درمختار ص۵۰۹) واللہ اعلم۔ ۲۳ شوال ۱۳۰۴ھ۔

۱

ے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول میں بھی انتظار پانی کا آخروقت مستحب تک بہتر ہے ضروری نہیں ۱۲ منہ

تمت

الحمد للہ کہ نسخہ فتاوی اشرفیہ حصہ دوم حسب فرمایش جناب مولانا مولوی محمد یحیی صاحب مدرس مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور بماہ جمادی الاولی ۱۳۱۳ھ بلالی سٹیم ساڈھورہ ضلع انبالہ میں منشی کرم بخش پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

قیمت حصہ اول ۱۲	ضلع انبالہ میں منشی کرم بخش پرنٹر کے اہتمام سے چھپا	حصہ دوم ۱۲

تالیفات حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

امداد السلوک ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے جو مولٰنا صاحب نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فرمایا تھا۔ مطبوعہ جدید۔ فارسی ۴؍

ہدایۃ الشیعہ ہادی علی لکھنوی شیعی کے درج اول اور ایک اشتہار کا جواب نہایت مدلل دیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ..... ۳؍

زبدۃ المناسک جیبی ضروریات حج سب اس میں درج ہیں مع محاورات عربی ترجمہ ۳؍ ۳؍

رسالہ جمعہ۔ اہلحدیث کے ایک فتوے کا جواب احادیث صحیحہ سے ... . ۱؍

البراہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ

رد بدعات تحقیق معانی سنت و بدعت و تفصیل دلایل ابطال بدعات مروجہ میں ایسی کتاب دیکھی نہ سنی جس سے قواعد کلیہ سے ہر شخص بدعت و سنت کو خود سمجھ لے ۱۲؍

سبیل الرشاد مسایل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین و فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق ہیں جسکو مخالفین دونوں نے تسلیم کر لیا ہے طبع جدید ۱؍ دلہ

لطایف رشیدیہ استفسارات متعلقہ آیات قرآنی معہ پردہ مروجہ شرفائے ہند ۱؍

کراہت جماعت ثانیہ تکرار جماعت کی کراہت فقہ اور احادیث صحیحہ سے ۱؍

رسالہ تراویح میں کعت تراویح احادیث صحیحہ سے ثبوت اور غیر مقلدین کا رد ... . ۱؍

ہدایۃ المعتدی عدم جواز قرأت خلف الامام میں بھی ایک رسالہ ہے جسکو مخالفین بھی پسند کر گئے ہیں ؍

رسالہ وقف اوقاف قرآنی کا احادیث سے ثبوت ؍

فتوی ظہر احتیاطی ؍ جمعہ فی القری کا فتوی ؍

فتوی میلاد مع دیگر علماء معتبر کے مولد شریف کے حسن وقبح .. .. ۱؍

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم

ضیاء القلوب	۳؍	جہاد اکبر	۱؍
غذائے روح	۳؍	ارشاد مرشد	؍
گلزار معرفت مع قصیدہ	۲؍	دردنامہ غمناک	؍
مثنوی تحفۃ العشاق	۱؍	کلیات امدادیہ	۱۲؍

تالیفات حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

جس نے مولٰنا کی تقریر سنی ہوگی وہ تو جانتا ہی ہوگا۔ اور جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تالیفات سے دریافت کر سکتا ہے کہ آپکو حق تعالیٰ نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا۔

مباحثہ شاہجہانپور	۶؍	ان چاروں رسائل میں وہ جو مباحثہ ہیں جو مولانا نے غیر مذہب والوں سے کئے جواب عقلی و نقلی دلایل سے دیا۔	
میلا خدا شناسی ...	۲؍		
قبلہ نما	۵؍		
انتصار الاسلام ...	۲؍		
تصفیۃ العقائد ...	۲؍	سید احمد خاں کی ایک تحریر کا جواب	
توثیق الکلام ...	۱؍	بحث قرأت فاتحہ خلف الامام	
دلیل محکم ...	۱؍		
تحفہ لحمیہ	؍	انسان بحسب فطرت گوشت خور بنا گیا ہے	
مناظرہ عجیبہ ...	[illegible]	در جوابات شبہات تحذیر الناس	
قصائد قاسمی ...	۲؍	فیوض قاسمیہ	۲؍
تحذیر الناس ...	۲؍	جمال قاسمیہ	۲؍

احسن القری فی توضیح اوثق العری حضرت مولٰنا گنگوہی نے جمعہ قریے میں جو رسالہ تالیف فرمایا تھا اسپر حضرات اہلحدیث نے اعتراضات فرمائے تھے اول سب کے جوابات اور اصل رسالہ اوثق العری کی وافی و کافی شرح حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نے تالیف فرمائی ہے جس سے مولف کا اصل مطلب ہے واضح ہو جاوے اور معترضین کے اعتراضات بھی دفع ہو جاویں۔ کاغذ چکنا ۱۲؍ ردہا ۱۰؍

المشتہر۔ مولوی محمد یحیی تاجر کتب دینیہ سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم

حضرت مولٰنا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی تالیفات

حصص ۱۱ — **بہشتی زیور** — قیمت ۲۔۱ عہ

یہ رسالہ حضرت مولٰنا ممدوح صاحب نے عورتوں کیلئے خصوصًا اور مردوں۔ بچوں سب کے دین اور دنیا کی اصلاح کیواسطے تالیف فرمایا ہے اس رسالہ کے کل دس حصے ہیں اور ایک تتمہ جسکے بہشتی گوہر ہے جس کو گیارہواں حصہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

فہرست مضامین ہر حصہ کی درج ذیل ہے

حصہ اول — الف۔ با۔ تا۔ خط لکھنے کا طریقہ۔ عقاید ضروریہ مسایل وضو و غسل وغیرہ ...... ۳؍

حصہ دوم — حیض و نفاس کے احکام۔ نماز پنجگانہ کے مسئلے ۳؍

حصہ سوم — روزہ۔ زکوٰۃ۔ قربانی۔ حج۔ منت۔ قسم۔ لباس و پردہ کے احکام ...... ۳؍

حصہ چہارم۔ نکاح۔ طلاق کے احکام ۳؍

حصہ پنجم — بیع و شراء و معاملات کے مسائل حقوق اہل حقوق و طریقہ تربیت اولاد و معاشرت زوج و قواعد تجوید ۳؍

حصہ ششم — اصلاح یا ابطال رسوم مروجہ ۳؍

حصہ ہفتم — اصلاح باطن و تہذیب اخلاق و ذکر قیامت و جنت و دوزخ و وعدہ و وعید ...... ۳؍

حصہ ہشتم۔ نیک بیبیوں کی حکائتیں و سیرۃ و خلق نبوی مع نتیجہ حکایات ...... ۳؍

حصہ نہم — ضروریات روزمرہ مختصر طب اپنی اور بچوں کی حفاظت صحت کیواسطے ...... ۳؍

حصہ دہم — ضروریات معاش کچھہ حساب سلیقہ خانہ داری کچھہ بیان ہر پیشہ کا بعض آسان طریقے گذر کرنیکے ضروری قواعد ڈاک خانہ ...... ۳؍

حصہ یازدہم — مسائل مخصوص و فن معالجہ امراض وغیرہ ۷؍

تعلیم الدین — ضروریات دین۔ نصائح۔ اشغال۔ مراقبات مکاشفات وغیرہ .... ۶؍

تکمیل الیقین — احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں اور دلایل اور فلسفیانہ شبہات کے جواب عہ

اصلاح الرسوم مع ضمیمہ۔ جینے سے مرنے تک کی تمام رسوم شادی و غمی کی مدلل تردید ..... ۴؍

مناجات مقبول — ادعیہ ماثورہ کی اردو و نظم معہ ادعیہ ماثورہ مترجم۔ حاشیہ ۵؍ بلا حاشیہ ۵؍

الاقتصاد و تقلید کے متعلق منصفانہ تقریر طبع جدید ۳؍

جزاء الاعمال — عبادت سے دنیا کی منفعتیں اور گناہ سے دنیا کے نقصان ۱؍

قصد السبیل الی المولی الجلیل:۔ سلوک و تصوف کے متعلق ایسے دستور العمل تحریر فرمائے ہیں کہ ہر شخص اس سے نفع اٹھا سکتا ہے ..... ۱؍

صفائی معاملات۔ خرید و فروخت اجارہ وغیرہ معاملات کے مسائل ۱؍

تیسیر المبتدی — فارسی و عربی کی صرف نحو بچوں کے لئے مفید ..... ۴؍

فروع الایمان ۔ ایمان خالص کی کسوٹی			۲؍
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	۴؍	حق السماع	۲؍
بطلان بیان عن کاتب حفظ الایمان	؍	اصلاح الخیال	۲؍
اصلاح ترجمہ نذیریہ دہلویہ	۱؍	حقوق الاسلام	۱؍
اصلاح ترجمہ حیرتیہ دہلویہ	؍	شجرہ مع تعلیم الطالب	۱؍
خطاب الملیح۔ قادیانی کے رد میں	؍	تجوید القرآن	۱؍
اعمال قرآنی سہ حصص	۴؍	حفظ الایمان	؍
تحقیق تعلیم انگریزی	؍	طریقہ مولد	؍
فتاوے اشرفیہ حصہ اول	۴؍	القول البدیع	۱؍

تذکرۃ الرشید

یعنی حضرت مولٰنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کامل

سوانح عمری

حضرت قطب الارشاد مولٰنا الحافظ الحاج الشیخ رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کی مقدس زندگی کا نمونہ اس کتاب میں موجود ہے جس سے بدن اور قلب کی اصلاح اور شریعت اور طریقت کی تحصیل کا طریق معلوم ہوتا ہے جس نے حضرت ممدوح کی زیارت کی ہے وہ اس کتاب کو آپ کے حالات کا نقشہ پاکر زیادہ محبت کا ثمرہ پائیگا اور جس نے آپکو نہیں دیکھا وہ آپ کے حالات سے جان لے گا کہ آپ کس پایہ کے علامہ اور کس درجہ کے امام تھے:۔

حصہ اوّل (شریعت) جس میں آپ کے نسب شریف ولادت طفولیت شباب۔ نکاح بیعت خلافت ایام تکلیف گرفتاری۔ رہائی۔ صدمات اموات۔ نکاح صاحبزادہ وصاحبزادی۔ حج اول و دوم وسوم کے تاریخی واقعات کے علاوہ مطب نسخہ جات طبی مجرب اور علمی مضامین۔ علماء کے شبہات فقہی سوالات۔ قرآن وحدیث کے نکات۔ فتاوی۔ مراسلات۔ تدریس و دورہ حدیث کی تقریریں۔ لاینحل معمے ڈیڑھ سو سے زیادہ مقدار میں درج ہیں۔ یہ حصہ ۲۵۴ صفحہ پر ختم ہے۔ قیمت ...... عہ

حصہ دوم (طریقت) جس میں اول تصوف اور سلوک کی اصل حقیقت ظاہر کی گئی ہے اس کے بعد مولٰنا قدس سرہ العزیز کے عبادات معاملات۔ عادات معمولات۔ اخلاق۔ اوصاف شمائل تلقین تعلیم بیعت۔ تربیت۔ خدام کی نگہداشت واردات تصرفات غرضیکہ جملہ مضامین اس قدر جمع کئے گئے ہیں کہ انشاءاللہ راہ رونده راہ خدا کی رہبری واعانت کے لئے کافی ہیں۔ معنوی کمالات حسی کرامات ارشادات اور صالحین کی وہ حکایات جو خود حضرت نے بیان فرمائیں بیسیوں درج ہیں۔ منامی مبشرات اکابر کی شہادات اور حضرت کے فیوضات وبرکات یعنی آپ کے خدام پر جو ثمرات واردات طاری ہوئے نیز تیس خلفاء کے اسماء اور مختصر حالات اس میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ سلاسل اربعہ کی پوری تحقیق اور چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ خاندانوں کی مع انکی متعدد شاخوں قدوسیہ۔ نظامیہ۔ افلجیہ۔ گیسودرازیہ جیلانیہ۔ اباشیہ۔ ابراہیمیہ۔ مجددیہ۔ ولی اللہیہ۔ نصیریہ۔ مداریہ۔ قلندریہ۔ صدیقیہ وغیرہا کی توضیح کیگئی ہے۔ اور خاندان میں حضرت مولانا کا سلسلہ نسب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک بصورت شجرہ بیان کیا گیا ہے۔ جس میں اکثر مشائخ کا وفات نامہ اور مقام دفن بھی بتایا گیا ہے آخیر میں مرض وفات اور غیبی بشارات کی علماء کی تاریخیں باقیات صالحات وصیت۔ تصانیف بیان کی گئی ہیں۔ یہ حصہ ۳۰۴ صفحہ پر ختم ہوا ہے۔ جس میں جامع مسجد وروضہ قدوسیہ کا فوٹو شامل کتاب ہے۔ قیمت ...... عہ

حصہ سوم مکاتیب رشیدیہ یعنی ۵ا خطوط تصوف میں جسمیں خط اعلیحضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے بنام حضرت مولٰنا گنگوہی اور ۱۳۹ خطوط حضرت مولٰنا قدس سرہ کے بنام خلفاء متوسلین عجیب عجیب مضامین کے منظور ہیں حق یہ ہے کہ اس جامع ذخیرہ کی قدرشناسی ملاحظہ کے بعد ہی ہوگی اور معلوم ہوگا کہ چند کنکریوں میں کیا بے بہا جواہر ہاتھ آیا ہے۔ قیمت ۴ر ہر سہ حصہ مجلد کامل یکجا موجود ہیں جلدیں نہایت خوبصورت بنوائی گئی ہیں